هفت روزه

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۳/ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

۱۵/اپریل ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ، وَالْغَرِیْقُ، وَصَاحِبُ الْھَدْمِ، وَالشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ شہداء پانچ ہیں (۱) طاعون والا (۲) ہیضہ والا (۳) غرق ہو جانے والا (۴) کسی دیوار وغیرہ کے نیچے آکر مرجانے والا (۵) اور خدا کے راستہ شہید ہو جانے والا (بخاری ومسلم)

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَا تَعُدُّوْنَ الشُّھَدَاءَ فِیْکُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللہِ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَھُوَ شَھِیْدٌ۔ قَالَ اِنَّ شُھَدَاءَ اُمَّتِیْ اِذًا لَقَلِیْلٌ۔" قَالُوْا: فَمَنْ یَا رَسُوْلَ اللہِ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَھُوَ شَھِیْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِی الطَّاعُوْنِ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِی الْبَطْنِ فَھُوَ شَھِیْدٌ، وَالْغَرِیْقُ شَھِیْدٌ"، رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم آپس میں شہداء کن لوگوں کو شمار کرتے ہو، صحابہؓ نے عرض کیا۔ جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قتل کر دیا جائے۔ وہی شہید ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ پھر وہ کون لوگ ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قتل ہو جائے۔ وہ تو شہید ہے ہی اور جو خدا تعالےٰ کے راستہ میں اپنی موت سے مرجائے۔ وہ بھی شہید ہے۔ اور جو طاعون میں مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ اور جو ہیضہ میں مرجائے وہ بھی شہید ہے۔ اور غرق ہو جانے والا بھی شہید ہے (مسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا جائے۔ وہ بھی شہید ہے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ اَبِی الْاَعْوَرِ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ اَحَدِ الْعَشَرَۃِ الْمَشْھُوْدِ لَھُمْ بِالْجَنَّۃِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَھْلِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ"، رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

حضرت ابوالاعور، سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ آپ ان دس حضرات میں سے ہیں۔ جن کے متعلق دنیا ہی میں جنتی ہونیکی گواہی دی گئی ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے۔ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے۔ وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے بیوی بچوں کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ بھی شہید ہے ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے کہا صحیح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَرَاَیْتَ اِنْ جَاءَ رَجُلٌ یُرِیْدُ اَخْذَ مَالِیْ؟ قَالَ "فَلَا تُعْطِہٖ مَالَکَ"، قَالَ "قَاتِلْہُ" قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلَنِیْ قَالَ فَاَنْتَ شَھِیْدٌ"، قَالَ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلْتُہٗ قَالَ ھُوَ فِی النَّارِ"، رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی کیا رائے ہے۔ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے لئے آئے تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تو اس کو اپنا مال مت دے۔ کہنے لگا اچھا آپ کی کیا رائے ہے۔ اگر وہ مجھ سے قتال کرنے لگے آپ نے فرمایا تو بھی اس سے قتال کر۔ اس نے کہا بتلائیے۔ اگر وہ مجھ کو قتل کر دے فرمایا تو شہید ہو گا۔ اس نے کہا آپ کا کیا ارشاد ہے۔ اگر میں اس کو قتل کر دوں تو وہ جہنمی ہو گا۔ (مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "کَانَ رَجُلٌ یُدَایِنُ النَّاسَ وَکَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاہُ اِذَا اَتَیْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ لَعَلَّ اللہَ اَنْ یَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَلَقِیَ اللہَ فَتَجَاوَزَ عَنْہُ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ٭

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص لوگوں سے لین دین کا معاملہ کیا کرتا تھا۔ اور اپنے کارندے سے کہہ رکھا تھا۔ کہ جب تو کسی تنگ دست کے پاس قرض لینے کے لئے جائے تو اس سے درگذر کر شاید کہ اللہ تعالےٰ ہم سے (گناہ) معاف فرمائے، چنانچہ مرنے کے بعد) جب یہ اللہ تعالےٰ سے ملا تو اللہ تعالےٰ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: حُوْسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَلَمْ یُوْجَدْ لَہٗ مِنَ الْخَیْرِ شَیْءٌ اِلَّا اَنَّہٗ کَانَ یُخَالِطُ النَّاسَ وَکَانَ مُوْسِرًا، وَکَانَ یَاْمُرُ غِلْمَانَہٗ اَنْ یَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ قَالَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ "نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِکَ مِنْہُ تَجَاوَزُوْا عَنْہُ"، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم سے پہلے حضرات میں سے ایک شخص کا داس کے مرنے کے حساب لیا گیا اس کی کوئی نیکی نہیں ملی۔ صرف اتنی بات تھی۔ لوگوں سے تجارتی میل جول رکھتا تھا۔ اور خود ما[لدار] تھا۔ اور اپنے غلاموں کو اس نے حکم دے رکھ[ا تھا] کہ تنگ دست قرض دار سے درگذر کرنا (چنانچ[ہ] رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس کے سات[ھ] معاملہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ فرشتوں سے فرمایا۔ کہ اس شخص سے درگذر کرو (مسلم)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا، اَوْ وَضَعَ لَہٗ اَظَلَّہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ، رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ٭

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فر[مایا] جس شخص نے تنگدست کو مہلت دی یا اس کے لئے (کچھ) کمی کر دی تو قیامت کے دن اللہ تعا[لیٰ] اس کو اپنے عرش کے سایہ کے نیچے سایہ عطا فرمائیں گے۔ کہ جس روز اللہ تعالےٰ کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا (ترمذی نے اس حدیث [کو] ذکر کیا اور کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۱ | ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۵ راپریل ۱۹۶۶ء | شمارہ ۴۸

مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا

غازی خدا بخش

وزیر خارجہ پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو گذشتہ ہفتے تہران کے دوروزہ دورے پر تشریف لے گئے۔ جناب بھٹو نے نہایت شستہ اور رواں انگریزی میں اخبار نویسوں کے سوالات کا جواب دیا۔ آپ نے کہا۔ یہ ملاقات اس لئے بھی ضروری تھی کیونکہ وہ اخبار نویسوں کو صحیح صورتِ حال سے باخبر کرنا چاہتے تھے۔

آپ نے کہا ایران اور پاکستان کے درمیان تعلقات اتنے برادرانہ ہیں کہ رسمی دورے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ چونکہ باہمی تعلقات میں صلاح مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ ایرانی حکومت سے "کچھ اپنی کہو کچھ ان کی سنو" کے مصداق طہران آئے ہیں۔ جب بات چیت چل نکلی تو جناب بھٹو نے اخبار نویسوں کو سوالات کرنے کی دعوت دی۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے جرمنی کے سابق چانسلر ایڈ نائر کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔ مسٹر ایڈ نائر نے حال ہی میں جو بیان دیا ہے وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے۔ کہ جرمن عوام برلن اور کشمیر دونوں مسئلوں کو خرمنِ امن کے لئے ایک چنگاری تصور کرتے ہیں۔ دنیا تیزی سے سکڑتی جارہی ہے اب ایشیا اور یورپ کے مسائل میں کوئی تفاوت روا نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ دنیا کے کسی کونہ میں جارحیت عالمی امن کے لئے خطرہ کا الارم بن سکتی ہے۔

جناب بھٹو نے بڑی طاقتوں کو یاد دلایا کہ عالمی امن کے مفاد کی خاطر مسئلہ کشمیر کا جلد حل نہایت ضروری ہے۔ ایسا حل جو آبرومندانہ ہو اور جس کی اساس میں "استصواب رائے" ہو۔

وزیر خارجہ نے معاہدہ تاشقند کا ذکر کرتے ہوتے حکومت روس کی بڑی تعریف کی۔ آپ نے کہا۔ روسی وزیر اعظم نے تاشقند میں معاہدہ کے لئے جو کوششیں کی ہیں۔ ان کے لئے حکومت پاکستان ممنون ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ روس ایک امن پسند ملک ہے اور ہر ایسی تحریک کی حمایت کرتا ہے۔ جس کا مقصد امن کی بحالی اور جارحیت کی بیخ کنی ہو۔

جناب بھٹو نے نمائندہ مشرق کے استفسار پر کہا۔ دنیا جان لے گی کہ پاکستان نے چین کے ساتھ تعلقات استوار کر کے کس بالغ نظری اور سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا ہے چین کے متعلق بھی دنیا کے تمام خدشات اندیشے اور تاویلات اسی طرح معدوم ہو جائیں گے۔ جیسے روس کے متعلق تمام خدشات غلط ثابت ہوئے ہیں۔

ایک ایرانی نمائندہ کے سوال کے جواب میں جناب بھٹو نے مسز اندرا گاندھی کے وزیر اعظم بننے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ بنیادی مسائل کا تعلق شخصیات سے نہیں اصولوں سے ہوتا ہے۔ شخصیات متنازعہ فیہ مسائل کا دھارا نہیں بدل سکتیں۔

جناب بھٹو کا ارشاد کہ عالمی امن کی خاطر مسئلہ کشمیر کا فوری حل نہایت ضروری ہے ایسا حل جو آبرومندانہ ہو۔ اور جس کی اساس میں "استصواب رائے" ہو یقیناً حق بجانب ہے۔ لیکن مرکزی وزیر قانون سید محمد ظفر کا وہ قول بھی ہمیں ہرگز نہ بھولنا چاہئے۔ کہ اہل کشمیر کی آزادی کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی جائے گی۔

یہ وہی قول ہے جس کی ہم گذشتہ اشاعتوں میں متعدد بار تائید کر چکے ہیں کہ جب تک حق کے مقابلے میں باطل سر اٹھائے گا۔ حق قیامت تک اس کا سر کچلتا رہے گا۔ مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا۔ مسٹر بھٹو نے بھی ہزار سال تک لڑنے کا نوٹس بھارت کو دیا تھا — قرآن حکیم ہمیں ایک ہی تجارت کی دعوت دیتا ہے کہ ہمیں خدا اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہوئے مال اور جان خدا کی راہ میں لگا دینے چاہئیں۔ تجارت کی صرف ایک اور ایک ہی راہ ہے۔ عذاب الیم سے بچنے کا واحد حل اس راز میں مضمر ہے۔ خداوند تعالیٰ انہیں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار کی طرح لڑتے ہیں، اپنے کسی عزیز و اقارب کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہیں کسی مال و منال کی حاجت نہیں ہوتی۔ انہیں محبت ہوتی ہے تو صرف خدا و رسولؐ اور جہاد فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے۔ آج بھی جو جنت کے خواہاں ہیں وہ اپنا مال اور جان دونوں لگا دیں — مومن لڑائی میں قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔

آج بھارت اپنے انجام سے بے خبر ہے وہ یقیناً امریکہ کی شہ پر ہے۔ اس کو تازہ خبروں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ جنوبی ویت نام کی فوجی حکومت اور امریکہ کے خلاف مظاہروں کی شدت سے ویت نام کے مختلف شہروں میں آباد امریکی باشندے سخت بدحواسی کے عالم میں محفوظ مقامات کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ شمالی شہروں ہیو اور دانانگ سے بھی ہزاروں امریکی فوجی اور سول باشندوں کا انخلاء شروع ہو گیا ہے۔

ہمیں اٹل خدائی قانون کو کسی وقت بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ کہ ہرگز ہم سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہوں گے۔ جب تک ہم ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں گے۔ ہم رقص و سرود سے کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ فتح و کامرانی کا ایک ہی گر ہے اور وہ شمشیر و سناں سے آراستہ ہونا ہے۔ اقوام متحدہ سے آس لگانے میں ہرگز فتح حاصل نہ ہو گی۔ فتح حاصل ہو گی تو صرف خداوند قدوس پر بھروسہ رکھتے ہوئے اس کی راہ میں نکلنے سے ہو گی۔

یہ غلط کہ کام آئے تیری عقلِ مصلحت بیں
کہ حنین و بدر و خندق ہیں جنوں کی جلوہ گاہیں



۸ر ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ بمطابق ۳۱ر مارچ ۱۹۶۶ء

عبادت سے مقصود رضاءِ الٰہی ہونا چاہیئے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہِ من الشیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ط کَذٰلِكَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ ط وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ - (س الحج - ع ۱۳)

ترجمہ: اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو - لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا تقوٰے (ادب) اسی طرح ان کو بس میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی پڑھو اس بات پر کہ تم کو راہ سجھائی اور بشارت سنا دے نیکی والوں کو۔
(حضرت شیخ الہندؒ)

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا - یعنی جانور کو ذبح کرکے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے - نہ یہ گوشت اور خون اڑ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے - اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقوٰے اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اُس کے نام پر اُس کی بارگاہ میں قربان کی - گویا اس قربانی کے ذریعہ ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہیں - بس یہی وہ تقوٰی ہے - جس کا ذکر وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ط میں کیا گیا ہے - اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے - اس کے آگے ارشاد باریتعالیٰ ہے - کہ وہ

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰھُمَّ لَكَ وَمِنْكَ -

کہہ کر ذبح کرو - اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے محبت وعبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ سجھا دی اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنا دیا -

ہمیں اللہ تعالےٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے - مال و دولت دی ہے تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں - غرباء ومساکین اور مستحق لوگوں کی امداد کریں - صحت وتندرستی دی ہے تو خوب اللہ کی یاد اور عبادت کریں — غرض ہمارا ہر فعل اور ہر کوشش اللہ کو راضی کرنے کی ہو - اسلام میں ساری عبادات کا مقصود تقوٰی و پرہیزگاری، اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری اور رضاالٰہی حاصل کرنا ہے — آپ نماز کو لے لیں - انسان روزانہ پانچ وقت اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوتا ہے - گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے - اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر بجا لاتا ہے — حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ عبادتِ الٰہی کے وقت یہ خیال رکھو کہ میں خداتعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں - اگر یہ خیال نہ ٹھہرے تو تو پھر یہ خیال کرو کہ اللہ تعالےٰ کی ذات مجھے دیکھ رہی ہے - جو انسان روزانہ پانچ وقت نماز اس ذہن سے پڑھے گا تو اس کے دل و دماغ میں اللہ تعالےٰ کی ذات کا خیال پختہ ہو جائے گا - پھر وہ اپنے زندگی کے سارے معاملات، کاروبار، لین دین میں اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا - اللہ تعالےٰ کے دیکھنے کا پختہ ذہن اُسے گناہوں سے باز رکھے گا - روزہ جیسی پاکیزہ عبادت میں انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مقررہ وقت میں ہر جائز وحلال کھانے پینے کی چیزوں کو ترک کر دیتا ہے - اور ہر قسم کے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے - ایک مہینہ کی ٹریننگ سے انسان مکمل انسان بن جاتا ہے - روزہ کا مقصود بھی تقوٰی و پرہیزگاری، احکاماتِ خداوندی کی فرمانبرداری اور رضاالٰہی حاصل کرنا ہے - جب انسان اللہ کی رضا کے لئے حلال چیزوں کو ترک کر دیتا ہے اور ایک مہینہ کے لئے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش وسعی کرتا ہے - تو پھر وہ یقیناً آئندہ سارا سال حرام خورد و نوش اور گناہوں سے پرہیز کرے گا - زکوٰۃ وخیرات اور حج کی عبادات میں بھی رضا الٰہی کا سبق ہے - زکوٰۃ وخیرات کے ذریعے فقراء ومساکین اور بے بس وبے کس لوگوں کی امداد ہوتی ہے جو اللہ تعالےٰ کو بے حد پسند ہے -

فرمانِ خداوندی ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کے دئیے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں غرباء ومساکین اور یتیموں اور بے کس لوگوں پر خرچ کرتے ہیں - وہی اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہیں -

غرض سب عبادات کا مقصود رضا الٰہی حاصل کرنا اور تقوٰے و پرہیزگاری اختیار کرنا ہے - اسی مقصد کے حصول کے لئے ہم ہر جمعرات کو بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر ذکرِ الٰہی کرتے ہیں - اللہ تعالےٰ کی ذات کا خیال دل و دماغ میں پختہ کرتے ہیں - وہ ذات بڑی غفور ہے بڑی رحیم ہے - اس کی عنایات اور مہربانیوں کی کوئی حد نہیں - اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہماری کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی کوئی حد نہیں - لیکن قربان جائیں اُس ذات کے کہ باوجودیکہ ہماری نافرمانیاں اور کوتاہیوں کے وہ ہم پر پھر بھی اپنی رحمتیں نازل کرتی ہی رہی ہے - اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خوب اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں کثرت

(باقی صفحہ ۶ پر)



۱۶ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۶۶ء

خوفِ خدا ہی تمام نیکیوں کی جڑ اور تمام معاشرتی برائیوں کو نیست ونابود کرنے کا ذریعہ ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۵ (پ ۲۸ - س حشر آیت)

ترجمہ : اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو - اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اُس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے -

حاشیہ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

اے مسلمانو ! خدا تعالےٰ سے ڈرو اور اپنے نتائج اعمال کا خیال رکھا کرو -

آیتِ مذکورہ بالا میں مسلمانوں سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم دنیا کے دھندوں ہی میں نہ پھنسے رہنا کہ دولت کمانے ، بڑھانے اور خرچ کرنے میں لگے رہو - اور خدا کو یاد ہی نہ کرو -

دیکھو ! ایمان لانے کے بعد تقوےٰ کا حصول ضروری اور لازمی چیز ہے اور اس بات کو بھی دیکھنا چاہئے کہ مرنے کے بعد آخرت کے لئے کیا جمع کیا ہے جو کام آئے - وہاں دنیاوی اور مادی اشیاء کام نہ آئیں گی - کام آئے گا تقوےٰ اور نیک اعمال - سو ڈرو اور نیک کام کرو اور اس بات کو ذہن میں رکھو کہ خدا تمہارے نیک و بد تمام اعمال سے واقف ہے -

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح

نے اس کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے - کہ تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں لہذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو -

بزرگانِ محترم ! تقویٰ کسی مادی یا محسوس چیز کا نام نہیں ہے - یہ ایسی چیز بھی نہیں جسے کسی آلے کے ساتھ ماپا جائے - لیکن اس کے باوجود یہ ایسی چیز ہے جو گھٹتی بھی رہتی ہے اور بڑھتی بھی رہتی ہے اور اس کا اندازہ اعضاءِ انسانی کی حرکات سے کیا جا سکتا ہے - تقوےٰ اگر آنکھوں میں آئے گا تو آنکھوں میں حیاء اور خلافِ شرع امور دیکھنے سے اجتناب کی خُوبُو بھی پیدا ہو جائیگی تقوےٰ کانوں میں آئے گا تو کان صرف امرِ حق کو سنیں گے - ہاتھوں اور پاؤں میں آئیگا تو یہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق حرکت کریں گے اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے ، زبان میں آئے گا تو یہ صرف حق گوئی ، تلاوتِ کلامِ الٰہی ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کھلے گی ، درود شریف اور ذکرِ الٰہی کے وِرد میں مشغول رہے گی - دل میں تقوےٰ آئے گا تو یہ خشیتِ الٰہی اور فکرِ آخرت سے معمور ہو جائے گا اور تمام اعضاء اس کی اتباع کرتے ہوئے احکامِ شریعت کی بجا آوری میں مصروف رہیں گے - غرض تقوای جس جس عضوِ انسانی میں آتا ہے اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا - اور انسان کو خدا و رسولؐ کی رضاء اور احکامِ شریعت کے مطابق زندگی گذارنے پر مجبور کرتا چلا جاتا ہے -

اللہ تعالےٰ ہم سب کو تقویٰ شعار اور پرہیزگار بنائے - آمین !

محترم حضرات ! قرآن و حدیث میں مسلمانوں کو تقویٰ شعار اور پرہیزگار بننے کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے - مقصد یہ ہے کہ مسلمان کی حالت ایسی ہو جائے کہ وہ ہردم اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی یاد میں مستغرق رہے - اپنے کاروبار ، میل جول اور اخلاق و اطوار میں احکامِ شریعت کا پورا پابند ہو جائے اور زندگی کی ہر روش پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی سے اپنا دامن بچائے رکھے - مختصر یہ کہ مسلمان اس زمین پر چلتا پھرتا اللہ کے دین کا سپاہی اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ نظر آئے -

تقوےٰ

احتیاط اور نگہداشت کو کہتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تشریح کے مطابق تقویٰ نام ہے اسلام کے دشوار گزار راستوں پر اس احتیاط و اہتمام کے ساتھ گذرنے کا کہ زندگی کا لباس اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے کانٹوں سے قطعی طور پر الجھنے نہ پائے - اس اعتبار سے تقویٰ شعار اور متقی کے معنی پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے ، ہر کام کو سوچ سمجھ کر احتیاط سے کرنے والے اور دنیا کے جنگل میں ہر قسم کے کانٹوں یعنی معاصی اور گناہوں سے دامن سمیٹ کر چلنے والے کے ہوتے ——

پس "تقوےٰ" ایک ایسا جامع لفظ ہے جو تمام احکامِ شریعت کی بجا آوری اور معاصی سے پرہیز کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے - اور ظاہر ہے کہ اگر انسان صفتِ "تقویٰ" کو اپنا لے تو وہ ہر قسم کی برائیوں ، گناہوں اور معاصی سے بچ سکتا ہے - معاشرے کی تمام برائیاں اگر تجزیہ کیا جائے تو محض "خوفِ خدا" یا "تقویٰ" کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی پیدا ہوئی ہیں - اگر لوگوں کے دل میں خوفِ خدا یا تقوےٰ کا جذبہ پیدا ہو جائے — اور وہ تقویٰ شعار بن جائیں تو آج ہی معاشرے کی تمام برائیاں رخصت ہو سکتی ہیں -

حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ

فرمایا کرتے تھے کہ یہ ساری عداوتیں

چوری، ڈکیتی، اغوا اور قتل کی وارداتیں اور دوسری معاشرتی برائیاں محض اس وجہ سے عام ہو گئی ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا نکل گیا ہے۔ اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جب انسان کے دل سے خوفِ خدا نکل جاتا ہے تو یہ درندوں سے بڑھ کر ظالم اور گدھوں سے زیادہ احمق بن جاتا ہے۔

خوف یا شوق

ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دو صفتوں خوف یا شوق کا ہونا لازمی امر ہے۔ کوئی کام بھی ہو یا تو شوق سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے یا خوف سے — طالب علم ہی کو لے لیجئے۔ وہ شوق سے پڑھتا ہے یا خوف سے — اگر اُسے یہ خوف ہو کہ کام نہ کیا تو استاد سزا دے گا اور والدین ناراض ہوں گے۔ تو وہ ظاہر ہے کہ کام کر کے لے جائے گا اور پوری تندہی سے تعلیم میں مصروف رہے گا۔ پھر اگر اُسے یہ فکر بھی دامنگیر ہو جائے کہ ناکامی کی وجہ سے میری ذلت ہوگی، استاد اور والدین کی نظروں میں حقیر اور بے عزت ہو جاؤں گا۔ میرا تمام سال ضائع ہو جائے گا۔ تو بدیہی امر ہے کہ وہ اس خوف سے جی لگا کر محنت کرے گا اور کامیابی کی سر توڑ جدوجہد کرے گا۔

مزید برآں اگر کسی طالب علم کے دل میں پڑھائی اور محنت کا شوق پیدا ہو جائے اُس کے دل میں کامیابی و کامرانی کی آرزوئیں اور امنگیں کروٹیں لینے لگیں اور وہ اس کوشش میں لگ جائے کہ میں زیادہ سے زیادہ محنت کر کے احسن طریقے پر کامیاب ہو جاؤں۔ اور سب کی نظروں میں مقبول و محبوب بن جاؤں تو ظاہر ہے یہ شوق بھی اُسے کامیابی کی منزل سے ہمکنار کر دے گا۔ غرض حاصل اس گفتگو کا یہ نکلا کہ خوف یا شوق دونوں ہی انسان کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ

نے بھی انسان کو شوق اور خوف دونوں کی ترغیب دی ہے — مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک طرف جنت اور اس کی نعمتوں کے حصول کا شوق دل میں رکھے اور ہر گھڑی رضائے ایزدی کو پیشِ نظر رکھے اور دوسری طرف سے خدا کے غضب اور دوزخ کی آگ سے ڈرتا رہے اور اس خوف کی وجہ سے معاصی اور گناہوں سے بچتا رہے اور خدا کی نافرمانیوں سے قطعی اجتناب کرے۔ خوف برائیوں سے بچنے میں مدد و معاون ہو گا اور شوق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے کی ناقابلِ تسخیر قوت پیدا ہو گی۔

ارشادِ نبویؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔

ایک وہ قطرہ جو آنکھوں سے اللہ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے ٹپکے اور دوسرا وہ جو فرطِ شوق اور جوشِ محبتِ الٰہی میں آنکھوں سے بہہ نکلے۔

نشان اللہ تعالیٰ کو ایک وہ محبوب ہے جو (ان کے جسم پر) میدانِ جہاد میں زخم لگنے کی وجہ سے آ جائے اور دوسرا وہ جو نماز کی مداومت سے پیشانی اور ٹخنوں وغیرہ پر آ جائے — اللہ تعالیٰ ہمیں شوق و خوف دونوں سے بہرۂ وافر عطا فرمائے۔ آمین!

بزرگان محترم! ہمارا کوئی عمل اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ہماری ہر ہر حرکت اور ہمارے دل کے ارادوں تک سے باخبر ہے — ہم لوگوں کی نظروں سے چھپ سکتے ہیں لیکن اُس کی نظروں سے کسی وقت بھی اوجھل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہر گھڑی ہمیں اُس مالک الملک سے ڈرتے رہنا اور اُسی کی یاد میں شاغل رہنا چاہیئے اور کبھی چھپ کر بھی کوئی برائی کرنے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے۔

جامع نصیحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ آپ کے بہت سے ارشادات میں نے سُنے ہیں، زبانِ نبوت سے بے شمار ہدایات کا صدور ہوتے بھی میں نے دیکھا ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ ساری یاد نہیں رہیں گی اس لئے آپ کوئی جامع نصیحت فرما دیں جو میرے لئے کافی ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

"اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گذارو"۔ یعنی اگر یہ ایک بات ہی تم نے یاد رکھی اور عمل کیا تو بس تمہارے لئے کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ جسے خوف ہو گا وہ سویرے چل پڑے گا اور جو سویرے چل پڑے گا وہ منزل پر بروقت پہنچ جائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے — آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ قریب اور زیادہ پیارے وہ لوگ ہیں جو تقوے میں بڑھے ہوئے ہیں۔ خواہ وہ کسی قوم یا نسل سے ہوں اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں۔

حاصل

یہ نکلا کہ تقویٰ شعار بروقت منزل پر پہنچ جائیں گے۔ اور جو شخص جس قدر زیادہ تقویٰ شعار و پرہیزگار ہو گا اُسی قدر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب پسندیدہ اور مقرب ہو گا۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کرتے تھے کہ "خوف خدا" اور "آخرت کا فکر" ساری نیکیوں کی جڑ ہے۔ جس شخص میں جتنا زیادہ "تقویٰ" ہو گا، اس میں اتنی ہی نیکیاں جمع ہوں گی اور اتنا ہی وہ بُرے کاموں، بُری باتوں اور گناہوں سے بچے گا۔ اور اگر تقوے اور خوفِ خدا نہیں تو پھر گھی میں بھی ملاوٹ ہو گی، دودھ میں بھی پانی ملایا جائے گا، نسلِ انسانی بھی خالص نہیں رہے گی۔ اور معاشرہ میں بھی ظلم و زیادتی اور بے انصافی کا دَور دورہ ہو گا۔

پس جان لیجئے کہ خوفِ خدا ہی تمام نیکیوں کی جڑ، معاشرہ کی اصلاح کا ضامن اور تمام برائیوں کا قلع قمع کرنے کا ذریعہ ہے اور ہم صرف صفتِ "تقویٰ" کو اپنا کر کامیاب و بامراد ہو سکتے ہیں۔

آیئے! ہم اپنے دلوں میں خوفِ خدا کی آبیاری کریں اور تقویٰ شعاری و پرہیزگاری کی زندگی اختیار کر کے ساری کائنات کے لئے پیغامِ رحمت بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں تقویٰ شعار و پرہیزگار بننے کی توفیق کامل نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ: مجلس ذکر

سے ذکر اللہ کریں اور اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کریں۔ دوسروں کو بھی ذکر اللہ اور عبادت کی طرف راغب کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین!

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب - کبیروالا

تعلق باللہ

مرتبہ: محمد رمضان مظفر گڑھی - حال دارالعلوم مدنیہ چنیوٹ ضلع جھنگ

(قسط ۲)

میں نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد نقل کیا ہے کہ انسان کے قلب میں حجرہ ہے جس کے دروازے ذکر الٰہی سے کھلتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ رب تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں خدا نہ آسمانوں میں سما سکتا ہوں اور نہ پہاڑوں اور زمینوں میں، اگر سما سکتا ہوں تو مسلمان کے دل میں سما سکتا ہوں۔ گویا مسلمان کا دل خانۂ خدا ہوا جب انسان اس رتبہ کو پہنچ جاتا ہے تو پھر شاعر کا یہ کہنا بجا ہے کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

چونکہ اس وقت انسان کا تعلق اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے رب العزت اپنے بندہ کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہاں! ہاں! قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے کہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ اللہ تعالےٰ نے روزِ جزا صرف آنکھ اور کان کا حساب نہیں لینا بلکہ دل کا بھی حساب لے گا کہ آیا بندے نے مجھے اپنے دل میں یاد کیا تھا یا نہیں؟

ولی کا معنی کیا ہے؟

لغت میں ولی بمعنی قریب کے آتا ہے۔ انسان جب اللہ کے قریب ہو جاتا ہے تو اس وقت ولی ہو جاتا ہے۔ اور اسی وقت رب العزت انسان کی آنکھ، کان اور دل وغیرہ میں سما جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی کرامت عند الجنازۃ

حضرت ابوبکرؓ کا جب انتقال ہوا اور آپ کے جنازہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے لایا گیا اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ھٰذَا ابوبکر علی الباب پڑھا گیا تو روضہ مبارک کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور ادخل الحبیب الی الحبیب کی آواز آئی۔

حضرت عمر رضؓ کی کرامت

مصر کا دریا ہر سال رک جاتا تھا اور جب تک اس میں ایک حسینہ جمیلہ زیورات سے آراستہ لڑکی نہ ڈالی جاتی اس وقت تک وہ جاری نہ ہوتا تھا۔ حضرت عمرو ابن العاصؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ تو آپ نے دریائے مصر کے نام خط لکھ بھیجا کہ اے دریا! اگر تو اللہ کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو جاری ہو جا، ورنہ ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ خط دریا میں ڈالا گیا تو فوراً دریا بہہ پڑا اور آج تک خشک نہیں ہوا۔

۲- مدینہ منورہ کے ایک محلہ میں آگ لگ گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب اطلاع ملی تو آگ کے نام خط لکھا کہ اے آگ! اللہ کے نام سے بجھ جا۔

۳- مدینہ طیبہ میں زلزلہ آیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے زمین پر اپنا کوڑا مارا اور ساتھ ساتھ یہ فرمایا کہ اے زمین! میں تجھے اللہ کے نام سے کہتا ہوں کہ تو رک جا۔ چنانچہ مورخین حضرات فرماتے ہیں کہ آج تک مدینہ طیبہ میں پھر زلزلہ نہیں آیا۔ یہ ہے گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مطلب۔

۴- شاہِ روم کی طرف سے حضرت عمر فاروق خلیفۃ المسلمین کے پاس سفیر آیا جب مدینہ طیبہ میں پہنچا تو امیر المومنین کی کوٹھی کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ مسلمانوں کا خلیفہ کوٹھیوں میں نہیں بیٹھا کرتا۔ بلکہ وہ پہاڑ کے دامن میں اینٹیں بنا رہا ہے۔ جب سفیر اس پہاڑ کے دامن میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ خلیفۃ المسلمین سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سویا ہوا ہے اور ایک جانب میں کوڑا بھی پڑا ہے۔ سفیر روم نے ارادہ کیا کہ جس کی وجہ سے قیصر روم کانپ رہے ہیں کیوں نہ ہو کہ ان کا کام تمام کر دوں تاکہ وہ اطمینان حاصل کریں چنانچہ سفیر روم نے صرف یہی ارادہ ہی کیا کہ زمین پھٹ گئی اور دو ببر شیر نکلے یہ دیکھ کر سفیر روم کو کپکپی طاری ہو گئی۔ اور ہاتھ سے تلوار نیچے گر پڑی۔ حضرت عمر فاروقؓ جب بیدار ہوئے تو پوچھا کہ کیا وجہ ہے؟ کانپ کیوں رہے ہو؟ بس ان کا یہ پوچھنا تھا کہ وہ سفیر کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی کرامت

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے چوری کی۔ جس کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا — جب لوگوں نے اس کے ہاتھ کٹنے کی وجہ پوچھی تو وہ چور حضرت علیؓ کی پُرزور تعریف کرنے لگا۔ لوگوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے اس چور کو بلا کر اس کے کٹے ہوئے ہاتھ پر کپڑا رکھا اور بارگاہِ ایزدی میں دعا مانگی۔ چنانچہ تفسیر کی کتب میں موجود ہے کہ ندا آئی۔ ارفع ازارك ... الخ کہ چادر اٹھاؤ — تو کیا دیکھا کہ ہاتھ سابقہ حالت کی طرح صحیح سالم ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ

یہ صحابہ کرامؓ کی فوج کے امیر اور سپہ سالار تھے۔ ایک موقعہ پر کسی نے شکایت کی کہ آپ کی فوج کے چند آدمی شراب پیتے ہیں۔ یہ خبر سن کر حضرت خالدؓ رات کو گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کے ارد گرد چکر لگا رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک آدمی کو ایک مشکیزہ لئے ہوئے دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو اس نے مارے خوف کے کہہ دیا کہ یہ سرکہ ہے۔ تو خالد بن ولیدؓ نے دعا مانگی کہ اے خدا! اسے سرکہ بنا دے چنانچہ وہ ایسا سرکہ بن گیا کہ جس کی نظیر سارے عرب میں نہیں ملتی تھی۔ یہ ہے گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مطلب۔

حضرت عارف جامیؒ

کی ایک شخص نے دعوت کی اور آزمانے کے لئے مری ہوئی مرغی کا گوشت تیار کر کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت صاحب نے کھانے کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللہ تو وہ مری ہوئی مرغی زندہ ہو گئی اور اس نے سارا واقعہ سنا دیا۔

حضرت عبدالقادر صاحب جیلانیؒ

ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے کہ اوپر سے ایک چیل نے شور مچایا۔ وعظ میں خلل پڑنے کی وجہ سے ان کی زبان سے الفاظ نکلے کہ اللہ تیری گردن کو کاٹے تو وہ فوراً

مرسلہ: جمشید اقبال ضلع لاڑکانہ

زندگی ـــــ ایک سفر

(از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ)

ہم جو دنیا میں چاہتے ہیں کہ یہ بھی ہو جائے وہ بھی ہو جائے۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی سرائے میں یہ تمنا کرے کہ یہاں جھاڑ اور فانوس سب لگا دیئے جائیں۔ اور پھر اپنی کمائی سے خرید کر لگا بھی دے تو ظاہر ہے کہ کتنی بڑی حماقت ہے خاص کر جب کہ یہ بھی حکم ہو کہ مثلاً چار دن سے زیادہ اس سرائے میں کوئی قیام نہیں کر سکے گا۔ اس وقت تو اپنی کمائی وہاں کسی تزئین میں لگانا پورا خلل دماغ ہے اور دنیا ایسی ہی محدود القیام سرائے ہے کہ اس حد کے بعد بلا اختیار یہاں سے نکل جانا پڑے گا۔ اوّل تو سرائے میں اگر قیام اختیاری بھی ہو تب بھی یہی ہونا چاہیئے۔ کہ اس کے ساتھ گھر کا سا معاملہ نہ کرے۔ اور جب اختیاری بھی نہ ہو تب تو ہر گز بھی اس میں دل نہ لگانا چاہیئے۔ بلکہ اس سے تو تنگی اور ضیق رہنا چاہیئے۔ اور یہی معنی ہیں میرے نزدیک "الدنیا سجن المومن" کے لوگوں نے اس حدیث کے مختلف معنی کہے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جیل خانہ تکلیف وغیرہ کی وجہ سے نہیں فرمایا۔ کیونکہ بعض مؤمنین کو دنیا میں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس لئے فرمایا کہ جیل خانے کبھی جی نہیں لگا کرتا " اگرچہ کیسا ہی عیش ہو تو مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں اس کا جی نہ لگے اگرچہ بظاہر اس میں کیسا ہی عیش و آرام ہو کیونکہ جی لگنے کی جگہ گھر ہے۔ اور وہ گھر نہیں ہے۔ پھر جب جی نہ لگے گا تو کیوں ہوسیں ہوں گی۔ اور سوچے گا۔ کہ یوں ہو اور یہ ہو اور وہ ہو، بلکہ اب یہ سوچے گا کہ دنیا تو پردیس ہے یہاں جس طرح سے بھی دن گذر جائیں اور دنیا کی سوچ کی بجائے اب یہ ہو گا کہ آخرت کی سوچ ہو گی کہ اس کے لئے یہ سامان ہونا چاہیئے اور یہ فکر ہونا چاہیئے اپنے نفس کی اصلاح ہونی چاہیئے اور یہ سوچے کہ اگر یہ سامان ہو گیا تو پھر یوں بہار ہو گی اور یوں عیش ہو گا۔ ورنہ یوں مصیبت ہو گی یوں پریشانی ہو گی اب غور کر کے دیکھ لو کہ کتنے آدمی ہیں جو یہ سوچتے ہوں میں تو کہتا ہوں کہ دنیا دار تو الگ رہے دیندار کو بھی آخرت کے متعلق کبھی نہ امنگیں پیدا ہوتی ہیں نہ اندیشے۔ خدا تعالیٰ صاف صاف فرماتے ہیں۔

دیکھو ایک دن کا سفر ہوتا ہے تو اس میں ناشتہ بھی ہمراہ لیا جاتا ہے اور سامان بھی ہوتا ہے۔ آخرت کا اتنا بڑا سفر درپیش ہے۔ اس کے لئے کیا زاد راہ تیار کر رکھا ہے۔ بالخصوص جب کہ وہ وطن اور گھر بھی ہے۔ کہ اس صورت میں تو اس کے لئے بہت کچھ سامان کرنا چاہیئے تھا۔ یعنی قطع سفر کے لئے زاد راہ اور ناشتہ اور گھر پر بیٹھنے کے لئے کمائی اور ذخیرہ بس ایک اثر تو گھر سمجھنے کا یہ ہونا چاہیئے تھا ایک دوسرا اثر اس کے گھر سمجھنے کا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ دنیا کے حوادث سے غم نہ ہوتا نہ اپنے واسطے نہ لگے سگے کے واسطے گھر تو وہاں ہے اب جو موت سے ہم کو موت آتی ہے یہ صرف اس لئے کہ اس کو گھر نہیں سمجھتے بلکہ موت کے خیال سے ایسی حالت ہوتی ہے جیسے کسی کو جیل خانے میں لے جاتے ہیں۔

حکایت

ہمارے حضرت (حاجی صاحب) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بوڑھا شخص آیا کہنے لگا کہ میری بیوی مرتی ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ اچھا جیل خانے سے چھوٹتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ کیوں غم کرتا ہے تو بھی چلا جائے گا۔ کہنے لگا روٹی کون پکائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا ماں کے پیٹ سے وہی روٹی پکاتی ہوئی آئی تھی۔ تو موت کے متعلق اس تمام تر کرب و رنج کی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں ورنہ یاد ہوتی تو موت کا کیا غم ہوتا۔ اور ایک اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہونا چاہیئے تھا کہ کسی سے عداوت اور رنج نہ ہوتا اگرچہ معمولی طور پر کسی بات میں لڑائی بھی ہو جایا کرتی۔ دیکھو ریل میں مسافروں میں لڑائی تو ہوتی ہے مگر یہ نہیں ہوتا کہ اپنے سفر کے سامان کو چھوڑ کر کسی سے الجھنے لگیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اس سے سفر کھوٹا ہو گا۔ مگر اس طرح سے دنیا کے فضول قصوں میں بھی کسی نے سوچا ہے کہ ان میں پھنسنے سے آخرت کا سفر کھوٹا ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کو گھر نہیں سمجھتے۔ نیز اگر آخرت کو اپنا گھر سمجھتے تو دنیا کے ساز و سامان پہ اترایا نہ کرتے چنانچہ اگر سفر میں کہیں بیچ بند کیا ہوا پلنگ ملے تو کوئی بھی اس پر نہیں اتراتا کیونکہ جانتا ہے کہ یہ تو مانگی ہوئی چیز ہے اور ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ہمارے پاس چار پیسے ہوں تو ہم ان پر اتراتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہم دنیا کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔

دنیا کے کمانے کا مضائقہ نہیں مگر یہ نہ ہو کہ اس میں بالکل کھپ جاؤ۔ جیسے ہم لوگوں کی حالت یہ ہے کہ گویا خدا تعالیٰ سے کوئی واسطہ ہی ہم کو نہیں۔ مثلاً جب کپڑا پسند کرنے بیٹھیں گے تو معلوم ہو گا کہ گویا ان کا یہی دین یہی ایمان ہے جب زیور کے پیچھے پڑیں گے تو اس طرح کہ بس وہی دل میں بسا ہو گا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں دنیا کا کام کرنے سے منع نہیں کرتا مگر یہ کہتا ہوں کہ اس میں دل نہ لگاؤ کام سب کرو مگر جی اترا ہوا ہونا چاہیئے۔ دل کا کھپا دنیا ہی زہر ہے یہ وہ بلا ہے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ مرتے وقت یہی غالب نہ ہو جائے۔ اور اللہ و رسول کے نام سے اس وقت

(باقی صفحہ 15 پر)

بقیہ: تعلق باللہ

نیچے گر پڑی۔ وعظ سے فراغت کے بعد جب چیل پر نظر پڑی تو پوچھا کہ یہ کیوں مری پڑی ہے؟ عرض کیا گیا کہ آپ نے جو الفاظ کہے تھے اس کی وجہ سے یہ مری ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ قُمْ بِاِذْنِ اللہ ۔ وہ فوراً زندہ ہو کر اڑ گئی ـــ یہ ہے کُنْتُ اوگفتۂ اللہ بود کا معنی ـــ

ایک بوڑھی مائی نے اپنے بیٹے کو ایک بزرگ کے درس میں حصول تعلیم کے لئے داخل کیا۔ چند دنوں کے بعد اسے ملنے گئی تو دیکھا کہ بیٹے کے ہاتھ میں جو کی روٹی ہے اور مولوی صاحب کے سامنے مرغی کا گوشت پکا ہوا رکھا ہے۔ بوڑھی سے صبر نہ ہو سکا۔ اور عرض کیا کہ یہ کیا انصاف ہے؟ تو اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ قُمْ بِاِذْنِ اللہ ۔ وہ مرغی زندہ ہو گئی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جب میں تیرے بچے کے مقام پر تھا تو میرے ہاتھ میں بھی جو کی روٹی ہوتی تھی۔ اور جب یہ میرے مقام پر پہنچے گا تو یہ بھی مرغیاں زندہ کرے گا ـــ انسان کے سارے اعضاء محکوم اور انسان کا دل حاکم ہے۔ جب دل درست ہو جائے تو سارے اعضاء درست ہو جاتے ہیں۔ ہاں! ہاں! میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس کے نیک ہونے کی وجہ سے اس کے سارے اعضاء نیک ہو جاتے ہیں۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللہُ لَہٗ (الحدیث) اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو محض انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اور انسان محض خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ افسوس! کہ انسان خدا کا نہیں بنا ـــ اے انسان! اگر مرنے کے بعد کسی شئے نے ساتھ دینا ہے تو وہ صرف تعلق باللہ ہے جو ذکر الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ساتھ تعلق وابستہ کرنے کی توفیق بخشے اور عمل صالح کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معین محمد قرین محمد ۔ یسار محمد یمین محمد

امان محمد امین محمد ۔ ابوبکر صدیق دین محمد

مرتبہ: قاری مقبول الرحمٰن خطیب مرکزی جامع مسجد ڈی ٹائپ کالونی لائل پور

کنیت ابوبکرؓ نام مبارک عبداللہ والد صاحب کا نام ابوقحافہ دربار نبوت سے صدیق کا مبارک لقب عطاء ہوا اسی لقب سے مشہور ہیں دربار نبوت سے جو آپ کو تقرب ورسوخ حاصل ہے وہ اور کسی بھی صحابی کو نہیں حضرت صدیق اکبرؓ قدم قدم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کہیں بھی مفارقت وجدائی نہیں ہوگی مکہ میں ساتھ مدینہ میں ساتھ جنگ میں ساتھ صلح میں ساتھ غار میں ساتھ مزار میں ساتھ یہ ساتھ صرف غار ومزار اور دنیا و برزخ تک محدود نہیں قیامت میں بھی یہ ساتھ برقرار رہے گا اور صدیق اکبرؓ روز محشر بھی اپنے حبیبؐ کے ساتھ ہوں گے حدیث پاک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے یار غار ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ -

ترجمہ: ابوبکر تم غار میں بھی میرے ساتھ رہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوگے۔(ترمذی)

محرم اسرار رسولؐ

دیکھے کوئی شان وقار صدیقؓ
سمجھے کوئی راز افتخار صدیقؓ
صدیق رہے رمز رسالت کے امیں۔
محبوب خدا تھے راز دار صدیقؓ

آپ وہ ہیں جنہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ ساری دنیا اس کی مخالف تھی پھر تن من دھن سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ جن کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔ جو یار غار کہلائے۔

جنہوں نے غزوۂ تبوک میں سارا گھر دولت ۔ مال سرکار دوجہاں محبوب کبریا جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لاکر ڈال دیا تھا۔ جس ذات نے زمانہ جاہلیت میں بھی نہ کبھی شراب پی اور نہ ہی بت کو سجدہ کیا تھا۔ جن کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے سارے لوگوں کے احسانات کا بدلہ دنیا میں چکا دیا ہے لیکن اے صدیقؓ تیرے احسانات کا بدلہ دنیا میں نہیں چکا سکا قیامت کے دن اللہ کریم ادا فرمائیں گے اور اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو صدیق اکبرؓ کو بناتا۔ جس ذات نے واقعہ معراج النبیؐ کی فوراً تصدیق کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنہیں صدیق اکبرؓ کا سنہری لقب عطاء ہوا۔

جس ذات کی بابت حضرت عمرؓ کی رائے مبارک ہے کہ اگر ساری اہل زمین کی مخلوق کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جاوے اور صدیقؓ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا جاوے تو بلاشک حضرت ابوبکرؓ کا پلڑا وزنی ہوگا۔

جس ذات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی جانشینی اور خلافت کی پہلی عزت ملی جو باجماع امت بعد از انبیاء تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ جن کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار فرمایا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ محبوب بارگاہ ومحرم اسرار نبوت تھے۔

فرماتی ہیں کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح وشام ان کے گھر تشریف لاتے تھے مدینہ منورہ میں بھی اکثر مہمات امور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرکت سے طے پاتے اور اس کی وجہ سے ان کو اکثر رات کے وقت دیر تک کاشانہ اقدس پہ حاضر رہنا پڑتا تھا۔

حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات رات بھر حضرت صدیق اکبرؓ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے نیز ان کی راز داری وخلوص پر اعتماد اس قدر تھا کہ پوشیدہ سے پوشیدہ بات کہہ دیتے تھے ہجرت کے واقعات پر غور وخوض کرو تو معلوم ہوگا کہ رازداری کے تمام کام صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو صرف ساتھ لے کر غار میں پوشیدہ ہونا حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کا روزانہ رات کے وقت آکر مشرکین کے حالات سے باخبر کرنا حضرت عامر بن فہیرہؓ کا روزانہ بکریاں لانا۔ حضرت اسماءؓ کا کھانا پہنچانا غرض اس قسم کے تمام امور جن کا تعلق رازداری سے تھا وہ سب خاندان صدیقی کے سپرد تھے۔

تعامل صحابہؓ سے یہ حقیقت واضح ہوگی کہ حضور نبوت جو رسوخ وتقرب صدیق کو حاصل تھا وہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ شب ہجرت جب کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاشانہ رسالت میں نہ پایا تو فوراً صدیقؓ کے گھر مبارک پہ آئے کیونکہ انہیں یقین کامل تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں ہیں تو لازمی صدیقؓ کے ہاں ہوں گے کیونکہ اپنے گھر کے بعد صدیقؓ کا گھر ہی آپ کا ٹھکانا ہو سکتا ہے۔ اور جب وہاں حضرت ابوبکرؓ کو بھی ناموجود پایا تو ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ بھی حضور صلی اللہ کے ساتھ گئے ہیں۔ "خلفائے راشدین" میں ہے کہ ابوجہل لعین وغیرہ نے اس روز رات بھر کاشانہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ رکھا لیکن جب وقت معین پر خواب گاہ میں داخل ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نہ پایا تو سیدھے ابوبکرؓ کے گھر پہ آئے حضرت اسماءؓ سے ان کے والد کے بارے میں پوچھا انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل ملعون نے غضبناک ہو کر حضرت اسماءؓ کے زور سے طمانچہ مارا کہ یہ ہو نہیں سکتا وہ دونوں ایک ساتھ نہ ہوں اور تم کو ان کا علم نہ ہو۔

حضرت صدیقؓ کی بھی کیا شان ہے کہ عشق رسول پاک کی پاداش میں اور محبت نبوی کے ناقابل عفو گناہ کی سزا میں آپ کی صاحبزادی ملعون ابوجہل کے ناپاک ہاتھوں سے تھپڑ کھا رہی ہے۔ رضی اللہ عنہا۔ کوئی پوچھے اس معصومہ کا کیا قصور صرف یہ کہ وہ بھی باپ کی طرح فدائے رسول ہے۔

خونے نہ کردہ ایم وکسے را نہ کشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

یہ ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ کمال صدق وجمال ایمان واخلاص کی دلیل ہے کہ ان کا وطن مال حضورؐ پہ قربان ہے۔ جان حضورؐ پہ قربان ہے حتیٰ کہ معصوم اولاد بھی حضورؐ پہ قربان ہے۔ ذرا بتلاؤ تو سہی کہ کونسی متاع عزیز باقی رہ گئی جو حضور اکرم صلی اللہ پہ قربان نہ ہوئی ہو وہ کون سا لمحہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایثار وقربانی اور فدائیت وجان نثاری سے فارغ ہو کر بیٹھا ہو

مدح ہو یا ذم تعریف ہو یا شکایت ہر موقع پہ اہل کو بھی ہر حال میں حضورؐ اور ابوبکرؓ کو برابر ایک ساتھ رکھتے تھے ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ افسوس کہ آج کل کے بعض مسلمان کہلانے والے ان میں تفریق وجدائی ڈالنے کی سعی وکوشش کر رہے ہیں۔ انتقال کے وقت اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پاس بلایا اور فرمایا بیٹی دیکھو ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک برتن ایک چادر اور ایک لونڈی جو بیت المال سے مجھے دی گئی تھی اس کو بیت المال سے وظیفہ دلوایا یہاں تک چھ ہزار درہم بیت المال سے اب تک میرے نام پہ صرف ہو چکے ہیں اچھا میرا فلاں باغ بیچ کر یہ رقم بیت المال میں داخل کرا دینا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سب چیزیں حضرت عمرؓ کو لوٹائیں تو آپ بہت روئے اور فرمایا اے صدیقؓ اللہ تجھ سے راضی ہو تو نے اپنے جانشین کے لئے بہت مشکل نمونہ چھوڑا۔ (باقی صفحہ ۱۰ پر)

مرسلہ: عبدالرزاق سلیمان - کراچی

خوفِ خداوندی

انسان کے اخلاق کو، اس کے کردار کو، عادات کو اگر کوئی چیز بدل سکتی ہے اور انسان کو نیکیوں پر آمادہ کرنے اور برائی سے اجتناب کرنے پر جو چیز آمادہ کر سکتی ہے وہ اللہ کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کی بزرگی کی کسوٹی اللہ سے ڈرنے اور تقوےٰ اختیار کرنے میں بتائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ "تم میں سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دانائی کا سر اللہ کا خوف قرار دیا۔

قرآنی آیات، احادیث کے صفحات اور تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں کہ جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پابندی کی اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔ وہ قوم دنیا اور آخرت میں فلاح یاب ہوئی اور تباہ و برباد ہوئی وہ قوم جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے غافل اور خدا سے بے خوف ہوئی۔

خوفِ خداوندی انسان کو اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ تجھے ایک دن مرنا ہے اور قبر میں جانا ہے۔ یہاں سے تیرا دار الجزاء شروع ہوگا۔ تو نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور اپنی روح کو پاک رکھا تو تیرا مقام جنت ہے اور اگر تو نے کفر اور نافرمانی کی اور روح کو گندا کر کے لایا تو تیرا مقام آتشِ دوزخ ہے۔ اس احساس سے انسان کو گناہ کرنے پر جسارت نہیں ہوتی۔ اور وہ ہر وقت نیکیوں کی طرف مائل رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں بیشمار احادیث ایسی ملتی ہیں جس میں آپ نے لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور پرہیزگاری کی تعلیم دی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کو نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ابوذرؓ! کشتی کو نئی کر لے سفر بہت لمبا ہے۔ نیت کو خالص کر کہ قدرت والا جانچ کر رہا ہے۔ آخرت کے لئے نیک اعمال کا ذخیرہ کر لے قبل اس کے کہ تجھے موت آ جائے"۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوفِ خداوندی اختیار کرنے والے کے متعلق بھی بے شمار فضائل ارشاد فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"خوفِ خداوندی سے رونے والی آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے"۔ (بخاری)

ایک اور جگہ پر آپؐ نے فرمایا:۔

"خوفِ خداوندی سے رونے والے شخص کا جہنم میں جانا ایسا ہے جیسا دودھ کا گائے کے تھنوں میں واپس جانا"۔

ایک مقام پر آپ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"لوگو! اطاعت کے زیور سے آراستہ ہو جاؤ۔ مرنے سے پہلے نیک اعمال کا ذخیرہ کر رکھو۔ قبل اس کے کہ نیک عمل کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ تم سب اپنے رب کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا"۔

خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ کی باوجود نبی اور معصوم ہونے کے یہ کیفیت تھی کہ ساری ساری رات اللہ کے خوف میں روتے اور گریہ و زاری کرتے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت اور تمام لوگوں سے افضل قرار دیا۔ اور جنت کی خوشخبری سنائی۔ آپ کا یہ حال تھا کہ کبھی فرماتے کہ کاش میں ایک درخت ہوتا کہ کاٹ لیا جاتا"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا یہ حال تھا کہ اکثر خوفِ خداوندی سے روتے رہتے تھے اور اپنی راتوں کو اللہ کی عبادت میں صرف کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خوفِ خداوندی کا یہ حال تھا کہ قبر کو دیکھ کر بے انتہا روتے اور کہتے کہ آخرت کی پہلی منزل قبر ہے جو یہاں کامیاب ہوا اس کی آخرت کامیاب ہے۔

ہر صحابہؓ کی سیرت اس بات پر شاہد ہے کہ باوجود متقی، پرہیزگار، عبادت گزار کے خوفِ خداوندی کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات اللہ کی یاد میں روتے اور گریہ و زاری میں گزارتے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ کی عاداتِ مبارکہ میں شامل تھا کہ اپنی مجلس میں اکثر لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین فرمایا کرتے۔ کہ خوفِ خداوندی تمام نصیحتوں اور نیک اعمال کی جڑ ہے۔

صحابہؓ کے بعد دیگر اولیاءِ عظام اور بزرگانِ دین کی سوانح اس بات پر شاہد ہیں کہ ان میں خدا کا خوف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خوفِ خداوندی کی وجہ سے اکثر بے ہوش ہو جاتے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ ساری رات موت کی جوابدہی میں غور کرتے۔ کسی نے پوچھا۔ آپ کو نیند نہیں آتی؟ جواب دیا کہ وہ آنکھ کیسے چین پا سکتی ہے جسے موت کی فکر ہو — وہ دل کیسے چین پا سکتا ہے جسے آخرت کی جوابدہی کا احساس ہو۔

آج ایک نظر ہمیں اپنی حالت پر بھی کرنی چاہیئے کہ باوجود گنہگار ہونے کے ہمیں آخرت کا احساس ہی نہیں اور ایک وہ بزرگانِ دین تھے جن کی ہر نماز، ہر ادا سے خوفِ خداوندی ٹپکتا تھا اور ساری ساری رات سربسجود رہتے اور موت کی فکر کرتے تھے۔

بقیہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کفن کی بابت وصیت: انتقال کے وقت فرمایا

بیٹی عائشہ یہی لباس جو میں پہنے ہوئے ہوں میرا کفن ہوگا۔ ایک جگہ اس میں زعفران کا نشان ہے اسے دھو ڈالنا بیٹی رونے لگی۔ عرض کی ابا جان یہ تو بہت پرانا ہے میں آپ کے لئے نیا کفن دوں گی۔ فرمایا نہ بیٹی نئے کپڑے زندوں کے لئے ہونے چاہیئے بس مجھے صرف یہی کافی ہے مجھے اپنے آقا کی سنت پر ہی مرنا ہے دنیا سے پاکدامن ہو کر تشریف لے گئے اپنی دورِ خلافت میں کسی رشتہ دار کو عہدہ نہیں دیا۔

۷ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ کو آپکو بخار آیا پندرہ دن بخار کا سلسلہ جاری رہا آخر کار ۲۱ جمادی الآخر کی شام کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے آقاؐ کے قدموں میں دفن ہوئے۔ پہلو میں مصطفیٰ کے بنا آپکا مزار پہنچا وہیں خاک جہاں کا خمیر تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا جمیل احمد میواتی

تصوّف کیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ھو الذی بعث فی الامیّین رسولاً یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم (الآیہ)

حدیث شریف میں ارشاد عالی وارد ہوا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا (ٹکڑا) ہے اگر اس کی اصلاح ہو گئی تو گویا پورے جسم کی اصلاح ہو گئی اور اگر وہ بگڑا رہا تو گویا سارے جسم ہی کا بگاڑ ہے "اور جان لو کہ وہ (لوتھڑا) دل ہے"۔ دل جسم انسانی میں بادشاہ ہونے کی حیثیت رکھتا ہے۔

عمدہ بات بھی دل میں آتی ہے گندہ اور وسوسہ شیطانی بھی دل ہی میں آتا ہے۔ اچھا و بُرا خیال جسم کے کسی حصہ میں نہیں آتا۔ دل میں اچھے بُرے خیال کے آنے پر ہی ارادہ ہوتا ہے۔ اعضائے جسمانی اس کی تکمیل کرتے ہیں۔ یعنی اس خیال و ارادہ کو عملی جامہ پہناتے ہیں پھر وہ اگر کام صرف دیکھنے کا ہے تو یہ کام آنکھ سرانجام دیتی ہے۔ گرفت و پکڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو دونوں یا ایک ہاتھ اس کام کو سرانجام دیتے ہیں۔ چلنے بھاگنے کھیلنے کی ضرورت پیش آتی ہے یہ خدمت پاؤں بجا لاتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے، اسکیم بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو عقل اپنا جوہر دکھلاتی ہے۔ مدار صرف اچھے اور برے خیالات پر ہے۔ اب اگر خیال نماز پڑھنے کا آیا اور پختہ ارادہ ہو گیا اور ارادہ بھی اخلاص پر مبنی ہوا تو عین نیک عمل وجود میں آئے گا۔ اب پاؤں سے چل کر مسجد کی طرف جائے گا کہ باجماعت نماز پڑھنے سے اکیلے پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۷ درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ آنکھیں راہ دیکھنے کا کام کر رہی ہیں اور صحیح و سیدھی سلامتی کی راہ سے مسجد تک پہنچنے کی خدمت سرانجام دے رہی ہیں۔ ہاتھوں سے وضو کا کام لیا جا رہا ہے۔ عقل سے رہنمائی حاصل ہو رہی ہے۔ یہ تو مثال ہوئی۔ اصلاح یافتہ دل کی کہ سارا جسم اس کے تابع ہو کر خدا کو راضی کرنے والا بنا اور دونوں جہاں میں اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرا اور اگر دل کی اصلاح نہیں ہوئی ہے تو گناہ کے خیال آنے پر اس برائی کے کرنے کا ارادہ ہوا، عقل، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اس کے تابع ہو کر خدا کے نافرمان ہوئے اور سزا کے مستحق ٹھہرے۔ پھر جس درجہ کا جرم ہو گا سزا بھی ویسی ہی ملے گی۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ اس آیت شریفہ کی تفسیر کے دوران ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ (الآیہ)
وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (الآیہ) سورۃ النور (پارہ ۱۸)

آنکھیں نیچی کر کے چلنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا کیا جوڑ ہے۔؟ فرمایا جب آنکھیں کسی خوبرو کو دیکھتی ہیں تو عقل اس کا نقشہ اتارتی ہے اور یہ تصویر پھر دل میں پیش ہوتی ہے۔ یہاں سے اس خوبرو کے حاصل کرنے اور جذبات کے تکمیل کا ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اب عقل اس کے حاصل کرنے کی اسکیم تیار کرتی ہے راہیں سلجھاتی ہے، جو جو رکاوٹیں اس راہ میں پیش آ سکتی ہیں ان کے دور کرنے کی ترکیبیں بتلاتی ہے پاؤں چلنے پھرنے اور اپنی خدمات سرانجام دیتے ہیں اور انتہا اس کی بدکاری ہوتی ہے۔ جس کو قرآن مجید میں فواحش میں سے بتلایا گیا ہے۔ آنکھیں اگر نیچی ہوتیں تو خوبصورت و بدصورت کا پتہ چلتا؟ سو حدیث شریف میں صحیح آیا ہے کہ دل کی اصلاح سارے جسم کی اصلاح اس کا بگاڑ سارے جسم کا بگاڑ۔ ان مذکورہ بالا دو مثالوں سے امید ہے سمجھ میں آگیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہم سب کی دائمی و کلی حفاظت فرمائے آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اصلاح یافتہ دل کو قرآن مجید میں اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر انسان کو فطرت سلیمہ پر ہی پیدا کیا جاتا ہے۔ اس پر جو ماحول کی خرابی اس میں بٹھا دیتی ہے۔ جیسے کفر و شرک، بدعت غیر اسلامی رسومات نیز جملہ فسق و فجور اس میں شامل ہیں اس کے دور کرنے پر ایک محنت مسلسل و محنت شاقہ اٹھانی پڑے گی تب جا کر کہیں ان خرافات کا اثر دور ہو گا اور دل میں ظلمت و سیاہی کی جگہ نورانیت در درجہ میں جلا ہو گی ۔۔۔ پھر یہی دل یاد الٰہی کا مسکن بنے گا۔ جس کی باغ و بہار دونوں جہانوں میں دیکھو گے۔ کل قیامت کے دن ایسے ہی بے روگ و پاکیزہ دل کی قدر و قیمت پہچانی جائے گی۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ کثرت ذکر اللہ سے شیطان کا دل پر سے زور ٹوٹ جاتا ہے اور کثرت مجاہدات و ریاضت سے نفس کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور یہی دو انسان کو غلط راہ پر ڈالنے والے ہیں حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان خفت اٹھاتا ہوا پیچھے ہٹ جاتا ہے اب اگر ذکر اللہ میں بندہ ہر گھڑی مشغول رہتا ہے تو شیطان کسی وقت بھی گمراہ کن وساوس دل میں نہیں ڈال سکتا۔ حضرات اہل اللہ ہر وقت مختلف طریقوں سے اپنے دل کو یاد الٰہی میں محو رکھتے ہیں یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے محنت کرو تو یہ نعمت بفضل تعالیٰ حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ ذکر صرف زبان ہی سے تو نہیں ہوتا۔ بلکہ ذکر مختلف لطائف کے ذریعہ بھی کیا جاتا ہے۔ حضرات صوفیائے کرام ہر وقت اپنے کسی نہ کسی لطیفہ کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھتے ہیں۔

شیخ المعظم حضرت اقدس مولانا رائے پوری ثانی نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے و تبارک اسمک تیرا نام بڑا بابرکت ہے جو بھی اس کے بابرکت نام کو لے گا خود بھی بابرکت بن جائے گا۔ پھر جس قدر اس کے پاک نام کو زیادہ لے گا اسی قدر زیادہ بابرکت بنے گا۔ حضرت اقدس یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اگر بندہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ بکثرت پڑھے تو اس کا دل بھی لا الٰہ الا اللہ پکارنے لگے گا۔ جیسے کہ دنیوی کاموں میں مشغول رہنے والوں سے رات کو سوتے وقت بھی وہ ہی دن کے بول ان کے منہ سے نکلتے رہتے ہیں سو اگر زبان سے اس کے پاک نام کی کثرت رکھو گے تو دل سے بھی یہی مبارک بول سنائی دیں گے۔

لیکن اگر دل پر محنت نہ کی گئی، تزکیہ باطن پر توجہ نہ دی گئی اور نفس کی اصلاح کی فکر نہ کی گئی تو پھر یہ دل شیطان کی آماجگاہ ہو گا۔ ظلمت و اندھیری اس میں ہو گی۔ تمام امراض روحانی ہر قسم کی بد اخلاقی اس کے اندر موجود ہوں گی۔ گندے اور گناہ کے خیالات، شیطانی وساوس سے ایک ایک گوشہ اس کا پُر ہو گا۔ جس کا نتیجہ ہر وقت خدائے پاک کی نافرمانی اور شیطان مردود کی غلامی کا طوق گلے میں پڑا ہو گا۔ بس عزیزو جان لو ان منکرات سے اپنے باطن کو بچانے کی سعی پیہم کا نام تصوف ہے!

جس دل کی اصلاح نہ ہوئی ہو اس کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے۔ سچی خبر کو صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حدیث شریف کی صورت میں سن کر بھی باور نہیں کرتا اور انتہائی غلط خبر، شر انگیز بات کو بے دلیل و بے سند قبول کرتا چلا جاتا ہے جس کا نتیجہ ابدی محرومی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

بس عزیزو دل کی اس بُری حالت کو سنوارنے اور اس کو قلب سلیم بنانے کی جد و جہد کو تصوّف کہتے ہیں۔

حضرات صوفیائے کرام کے یہاں تمام تر ریاضت محنت و مجاہدہ خواہ وہ مختلف ادوار میں صورتاً کچھ بھی رہا ہو۔ جیسے کہیں ذکر جہر ہے تو کہیں ذکر خفی ہے۔ مقصود سب کا اسی گوشت کے لوتھڑے یعنی دل کی اصلاح ہے۔ اسی کو تزکیہ نفس اور اس پاک گروہ کی اصطلاح میں تصوّف کہتے ہیں یہ وہ صبوح اور وہ باطن نہیں ہے جو مروجہ شربت روح افزا سے افزائش حاصل کرے، اس کی افزائش تو کثرت ذکر اللہ سے ہو گی۔

تصوف کی بہت ہی برکات ہیں۔ جس کا انکار کوئی باطن کا اندھا ہی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ نابالغ بلوغت کی رعنائیوں کا انکار کرے۔ اس کا مذاق کوئی دیوانہ ہی اڑا سکتا ہے۔ اور اس پر پھبتی کوئی مسلوب الفطرت ہی کس سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

حضرت مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ بھائیو تصوف کو اگر اپناتے نہیں تو اس کا انکار نہ کرو یہ چیز تو تمہارے لئے وبال جان ثابت ہو گی۔ نیز ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کی جوتیوں کی خاک سے وہ موتی ملتے رہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ یعنی حضرات پیران عظام کے ساتھ جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے تعلق پیدا کرے گا اور مرتے دم تک ادب، عقیدت و اطاعت کے ساتھ نبھا دے گا۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن اصلاح قلب کی دولت سے نواز دیا جائے گا۔ ایمان و یقین کامل سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہ ہی وہ موتی ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں تو ہرگز نہیں ہوتے۔ ہاں حضرات اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر حاصل ہوتے ہیں۔ ان ہی موتیوں

کو حاصل کرنے کی جدوجہد کو تصوف کہتے ہیں۔

سید التابعین حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں خلیفہ وقت حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں حضرت میرے لائق کوئی خدمت؟ آپ نے فرمایا تم میری کیا خدمت کر سکتے ہو۔ عرض کیا دین تو آپ ہی حضرات کے پاس ہے دنیا کا مال ومتاع فرمائیں تو حاضر کر دوں۔ عزیزو دیکھا آپ نے بادشاہوں کے پاس عشق الٰہی کی دولت کہاں ہے۔ جو دولت تھی اس کے دینے کا بیچارے نے اظہار کر دیا۔ سو بھائیو اس مرکزی گوشت کے ٹکڑے کی طرف دھیان دو۔ جس پر جزا و سزا کا مدار ہے۔ اب آپ ہی فرمائیے گا کہ اس میں کون سی نئی چیز شامل کر دی گئی جس کو جناب بدعت فرما رہے ہیں لوگ کہتے کہ صاحب بیعت کرنا کوئی ضروری ہے؟ اچھا بھائی اصلاح باطن تو ضروری ہے۔ یہ تو فرض ہے نا! اگر اس کے لئے کسی کے متبع سنت کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو کون سی قباحت پیدا ہو گئی آپ میں کتنے ہیں۔ جو مادر زاد ولی ہے۔ جنکو اصلاح حال کی ضرورت نہیں۔ ان النفس لامارۃ بالسوء جاننا چاہیئے۔ کہ نفس ہمیشہ برائی ہی کی طرف لے کر چلتا ہے۔ سرکش گھوڑے کو اگر لگام نہ لگائی جائے تو سوار اس کے تابع ہے جدھر چاہے گا چلے گا اور اگر اس کے منہ میں لگام دے دی جائے تو سوار جدھر چاہے گا لے جائے گا۔ ٹھیک اسی طرح اگر نفس شریر کے منہ میں ریاضت ومجاہدہ کی لگام نہ لگائی جائے تو ہر برے ٹھکانے پر لے جا کر کھڑا کر دے گا اور اگر کسی باخدا

. . . .

ماہر فن متبع شریعت، عارف باللہ کی نگرانی میں اس کی اصلاح کر لی گئی تو ہر نیک کام کے کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوگا بس عزیزو اسی تگ ودو کو تصوف کہتے ہیں۔

طبیب ماہر کے بغیر بیمار خود ہی کیونکر اپنا علاج کر سکتا ہے۔ اگر جسمانی بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں باوجود کہ طب کی کتابیں عام مل جاتی ہیں ادویات بھی میسر آجاتی ہیں پھر بھی آپ اطباء کی ضرورت شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ اور علاج کے دوران میں کلیۃً طبیب کے حوالہ خود کو کر دیتے ہیں۔ اور بلا چون وچرا اس کی تشخیص کو صحیح جان کر اعتماد کر لیتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ امراض روحانی کے دفعیہ کے لئے آپ ان صوفیائے کرام جو روحانی امراض کے طبیب ہیں ان کی ضرورت محسوس کیوں نہیں کرتے ہیں۔ کیوں خود ہی دینی کتب کے مطالعہ پر اکتفا کر لیتے ہو! یہ تو دیانت وانصاف نہ ہوا۔ عزیزو جان لو امراض جسمانی کی انتہا موت تک ہے۔ اور امراض روحانی سے اگر قلب کو پاک نہ کیا تو یہ حسد، کبر، بغض، کینہ، غیبت جھوٹ یا بداخلاقیاں دنیا میں تو پریشان کرتی ہی رہیں گی مرنے کے بعد قبر میں اور اس کے بعد حشر میں اور تعجب نہیں کہ آخرت کے ہسپتال دوزخ میں بھی داخل کرا دیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ان امراض روحانیہ کے ازالہ کی فکر کرتے ہیں یہ ہی نہیں بلکہ مسلسل محنت کرتے رہتے ہیں، بعض لوگ چند ماہ چند سال ذکر پر محنت کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ عزیزو بھلا ذکر بھی چھوڑ دینے والی چیز ہے۔ جب تک زندگی ہے مسلسل محنت جاری رکھیئے گا ورنہ خطاؤ عصیان سے جو

تکدرات دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں وہ پھر اسی اصلاح سے پہلے والی حالت پر دل کو لوٹا دیں گے۔ اپنے اکابر مقدسین دیوبند کا طریق مبارک تو آخر دم تک اللہ اللہ کرنے کا رہا ہے۔ عوارضات کی بنا پر کمی زیادتی ہو جائے وہ بات دوسری ہے۔ پہلے وقتوں میں کسی بزرگ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر کسی نے عرض کیا حضرت اب بھی آپ تسبیح رکھتے ہیں۔ تو اب ماشاء اللہ خود سراپا ذکر بن گئے ہیں۔ فرمایا یہ ہاتھ میں ہو تو کچھ نہ کچھ پڑھتے رہنے کی طرف طبیعت چلتی رہتی ہے۔ اور بھائی ہماری ابتدا بھی اسی تسبیح سے ہوئی۔ اب میں اسے تنہا کیسے چھوڑ دوں۔ حضرت عالی قطب الارشاد مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ قدس اللہ العزیز وبرّد اللہ مضجعہ سے کسی نے عرض کیا حضرت اب بھی تسبیحات دوازدہ شریف کا ورد رکھتے ہیں ارشاد فرمایا اس کی برکت سے تو یہ سب دولت نصیب ہوئی اب اس کو کیوں چھوڑ دیں۔

عزیزو حدیث پاک میں ارشاد پاک وارد ہوا ہے کہ قرآن مجید کو پھیرتے رہا کرو یعنی اس کا دور کرتے رہا کرو۔ ورنہ یہ تمہارے سینوں میں سے اس طرح نکل جائے گا۔ جس طرح اونٹ اپنی رسّی سے اپنے آپ کو چھڑا کر نکل جاتا ہے۔ بس خوب جان لو اگر پے درپے ذکر پر محنت کرنے سے ایک حال کی عمدگی جو نصیب ہوتی ہے اس کو تادم زیست باقی رکھنے کا فقط ایک ہی طریقہ ہے کہ پیر ومرشد کے ارشاد کے مطابق تھوڑا بہت ذکر لسانی ذکر قلبی ومراقبہ وغیرہ کرتے رہا کرو دیگر عبادات جدا ہیں۔ مکان اگر روز صاف نہ کیا جائے تو گرد وغبار سے اٹ جاتا ہے۔ اسی طرح صفائے قلب کی بقا ذکر اللہ کی مداومت پر ہی موقوف ہے۔ تصوّف ان ہی چند محنتوں کا نام ہے۔

ہمارے اس دور کے لوگوں نے غلط قسم کے صوفیوں کو دیکھ کر تصوّف کا مذاق اڑایا ہے۔ عزیزو جس کا ظاہر شریعت مطہرہ سے گریزاں ہو وہ ہزار باطن پر محنت کرنے کا دعویٰ کرے وہ باطل ہے۔ اس دور میں دو طبقے نام نہاد صوفیوں کے نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے تصوف کو بدنام کیا ہے۔ (۱) جنہوں نے بعض ارکان اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ، رسومات جاہلانہ جو انہوں نے پیٹ کی خاطر ایجاد کی ہوئی ہیں اپنائے ہوئے اور انہی چند خرافات، کے مجموعہ کے نام تصوف رکھ لیا ہے۔ عوام ان کی ظاہری نماز روزوں کو دیکھ کر ان کے مکر وفریب کے دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اتباع سنت سے ان کا دور سے بھی واسطہ نہیں۔ !یہ ظاہری رکھ رکھاؤ۔ ادب آداب ہی کو طریقت سمجھتے ہیں۔ !

خوب جان لو اہل بدعت کبھی بھی خدائے تعالیٰ کے ولی نہیں مل سکتے ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اصل صوفی وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید ہو، بائیں ہاتھ میں احادیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ اس کا باطن اذکار مسنونہ، ادعیائے ماثورہ اور روزمرّہ کے اعمال ومعمولات محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے آراستہ پیراستہ ہو بحمد اللہ تعالیٰ اکابر دیوبند اسی نعمت لازوال کے حامل ہیں۔ سچے حضرات ہی صوفی یہ ہیں۔

مجاہد کبیر حضرت سیّد احمد شہید قدس اللہ سرہ العزیز پالکی میں سوار چاندنی چوک دلّی سے گزر رہے تھے پیچھے پیچھے حضرت کے مرید خاص حضرت مولانا اسمٰعیل شہید نور اللہ مرقدہ پیر ومرشد کی جوتیاں بغل میں دبائے دوڑ رہے تھے۔ حضرت سیّد صاحب کی نظر ایسے خلافِ شرح بھنگڑی چرسی نام نہاد نقلی درویشوں پر پڑی آپ نے اسمٰعیل کہہ کر آواز دی اور فرمایا۔ مجسم شیطان دیکھنے ہوں تو ان کو دیکھ لے۔ آج پنجاب میں اکثریت ہی ایسوں کو اپنا پیر ومرشد سمجھ رہی ہے۔ اندھے پن کی بھی حد ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے جو جس کے ساتھ محبت رکھے گا (یعنی عقیدت وتعلق قلبی) جیسوں کے ساتھ تعلق وابستہ رکھے گا۔ کل قیامت میں ان ہی کے ساتھ اٹھے گا۔ جب ان کے جوتے پڑیں گے تو جاہل اندھے مریدوں کی بھی خبر لی جائے گی۔ حیف ہے رمضان شریف میں سرِعام حقہ نوشی کرنے والوں کو بھی لوگ ولی ودرویش سمجھتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

عزیزو یہ لوگ اہل بدعت اہل ہوا و ہوس ہیں ہرگز صوفی نہیں ہیں نہ ان کا طریقہ علاج باطن تصوف ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ پوری امت کو ان مکاروں سے محفوظ فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین۔

ہمارے حضرتِ اقدس جانشین برحق مولانا الشاہ عبدالعزیز صاحب رائے پوری ثالث دام مجدکم العالی ارشاد فرماتے ہیں لوگوں کو امام و خطیب بننے کا تو شوق ہے مگر کثرت ذکر اللہ اور اصلاح باطن کی فکر نہیں۔ عزیزو دیکھو حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی فاروقی قدس اللہ سرہ العزیز باوجود سے کہ زبردست عالم، عالی نسب خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر پھر بھی اصلاح باطن کی ضرورت جان کر حضرت سید احمد شہید سے بیعت ہوئے۔ جو آپ سے عمر میں بھی چھوٹے تھے اور علوم ظاہری میں تو آپ نے بہت کم حصہ پایا تھا۔ معلوم ہوا کہ علوم باطن، کمالاتِ باطن، اصلاح نفس، تزکیہ نفس کی ضرورت بڑے سے بڑے صاحب علم وہنر کو بھی ہے۔ پھر ہم تم چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد اپنے آپ کو کیونکر اس نعمت غیر مترقبہ سے مستغنی جانتے ہیں یہ فریب نفس ہے۔ (باقی آئندہ)

خط وکتابت کرتے وقت اپنی چٹ

نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ اور ایجنٹ حضرات اپنے کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر)

محمد شفیع عمر الدین ۔ حیدر آباد

بینا ہو کر اندھے مت بنو

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں :۔

۱۔ "میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اندھوں کا جہان ہے ۔ میں کہتا ہوں ۔ اندھے سارے بینا کوئی ۔ آپ کہتے ہیں بینا سارے اور اندھا کوئی ۔"

(ملفوظات طیبات ص ۹۵)

۲۔ "دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں اور عقلاء کی ڈگریاں قبر سے ورے ورے کارآمد ہیں ۔ اس کے بعد سب اندھے ہیں ۔ دل میں ایمان ہو اور قرآن کے نور کا سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا جائے تو نظر قبر، حشر بلکہ اس کے بعد جنت اور دوزخ پر ہوگی ۔ پھر یقین ہوتا ہے کہ اگر گناہ کیا تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی ۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے سے دھکے ملیں گے ۔"

(ایضاً)

خطرناک اندھا پن

یہ حال ان خطرناک اندھوں کا ہے جن کی دل کی آنکھیں اندھی ہیں ۔ اور ان کے دلوں میں دینِ اسلام کی روشنی نہیں پہنچی ۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝ (الحج آیت ۴۶)

ترجمہ : کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی ۔ پھر ان کے ایسے دل ہو جاتے جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہو جاتے جن سے سنتے ۔ تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں ۔

"یعنی آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے ۔ گو اس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھا پن وہ ہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں ۔ (العیاذ باللہ)" (حضرت مولانا عثمانی رح)

لہٰذا نورِ ہدایت سے اندھا رہنے والا اپنی ہی جان کا دشمن ہے ۔ وہ کوتاہ اندیش اپنا ہی نقصان کرتا ہے

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ۔ (الانعام ۔ آیت ۱۰۴)

ترجمہ : تحقیق تمہارے ہاں تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آ چکیں ۔ پھر جس نے دیکھ لیا تو خود ہی نفع اٹھایا اور جو اندھا رہا سو اپنا ہی نقصان کیا ۔

موحد اور مشرک

اندھا اور دیکھنے والا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے :۔

هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۝ اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۝ (الرعد آیت ۱۶)

ترجمہ : کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے ؟ یا کہیں اندھیرا اور روشنی برابر ہو سکتے ہیں ؟

(ف) یعنی موحد و مشرک میں ایسا فرق ہے جیسے بینا اور نابینا میں ۔ اور توحید و شرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور کا ظلمت سے ۔ تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پڑا ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو، اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں ایک موحد کو پہنچنا ہے ۔ جو فہم و بصیرت اور ایمان و عرفان کی روشنی میں فطرت انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہے ؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے ۔" (حضرت مولانا عثمانی رح)

حاصل یہ نکلا ۔ کہ

۱ ۔ مشرک اندھا ہے ۔
۲ ۔ موحد بینا ہے ۔
۳ ۔ شرک ظلمت ہے ۔
۴ ۔ توحید نور ہے ۔
۵ ۔ مشرک شرک کی اندھیریوں میں گمراہ ہے ۔ فہم و بصیرت سے عاری ہے ۔
۶ ۔ موحد فہم و بصیرت رکھتا ہے اور ایمان و عرفان کی روشنی میں شریعت کی سیدھی راہ پر چل رہا ہے ۔

نیک و بد

الدنیا مزرعة الاٰخرة ۔ یعنی یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ۔ یہ جہان عمل کے لئے ہے ۔ کل قیامت کے دن اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا ۔ صالح بندے کو ہر وقت آخرت کی بہبودی کا خیال رہتا ہے اس لئے وہ دنیا کو آخرت کی فلاح و بھلائی کا ذریعہ بناتا ہے ۔

اس کے برعکس ایک غافل دنیا دار کی نظر دنیاوی عیش و آرام تک محدود رہتی ہے ۔ آخرت میں آنے والے نیک اعمال سے بے پروا رہتا ہے ۔ دنیا کی کھیتی میں وہ بیج نہیں بوتا جو آخرت میں بار آور ہو ۔

ان متضاد کوششوں کے نتائج بھی یقیناً مختلف ہیں ۔ مگر غافل انسان سمجھ سے کام نہیں لیتا ۔

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (المومن آیت ۵۸)

ترجمہ : اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ۔ وہ اور بدکار برابر نہیں ۔ تم بہت ہی کم سمجھتے ہو ۔

آخرت کی کھیتی آباد کرنے والوں کا ٹھکانہ جنت ہے ۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ (الانفطار ۱۳)

ترجمہ : بے شک نیک، نعمت میں ہونگے ۔ (اللّٰهم اجعلنا منهم)

اور آخرت کی کھیتی برباد کرنے والے دوزخ میں جائیں گے ۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ (انفطار آیت ۱۴-۱۵)

ترجمہ : اور بے شک نافرمان دوزخ میں ہوں گے ۔ انصاف کے دن اس میں داخل ہوں گے ۔ (اللّٰهم لا تجعلنا منهم)

مومن اور کافر

باعمل مومن اور کافر دونوں کی زندگیوں کے نتائج آخرت میں ظاہر ہوں گے ۔ کل قیامت کے دن بڑی مشکل کا سامنا ہوگا ۔ آج تھوڑی سی کوشش سے دائمی سرور کی نعمت مل سکتی ہے ۔ اس لئے بندے کو چاہیئے کہ کفر، شرک اور بدعت کی راہ سے دور رہے ۔ اور یہ چار روزہ زندگی احکام اللہ اور احکام الرسول

(صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق گزار کر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرلے ۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں :-

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۝ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ (فاطر-آیت ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ: اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی، اور نہ سایہ اور نہ دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہیں۔

حاشیہ

(حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

"یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں حق کے اجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے کیا اس کی برابری وہ کافر کر سکے گا جو دل کا اندھا اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں بھٹکتا ہوا جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لوؤں کی طرف بے تحاشا چلا جا رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہو گیا۔ فی الحقیقت مومن و کافر میں اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ میں ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے۔ بدوں اس کے انسان کو ہزاروں مُردوں سے بدتر مُردہ سمجھنا چاہیے۔

دونوں فریق

مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ (ھود)

ترجمہ: دونوں فریق کی مثال ایسی ہے جیسے اندھا اور بہرا۔ اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا۔ کیا دونوں کا حال برابر ہے؟ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے؟

قوم عاد کی تباہی

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی رہنمائی کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے انہیں اول توحید کی تعلیم دی۔

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ (ھود-آیت ۵۰)

اے قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حاکم نہیں۔

نیز آپ نے فرمایا:-

وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ (ھود-آیت ۵۲)

ترجمہ: اور اے قوم! اپنے رب سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ توبہ و استغفار کرو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے رُک جاؤ ۔ اگر تم بے جا روی چھوڑ دو گے اور سیدھے راستے پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں تمہیں خوشحالی ملے گی۔

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا (ھود آیت ۵۲)

ترجمہ: وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا

یعنی بارشیں برسیں گی۔ تمہاری کھیتیاں اور باغات خوب سرسبز ہوں گے ۔ ان کی پیداوار بڑھ جائے گی۔ قحط سالی ختم ہو جائے گی۔

وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ (ھود-آیت ۵۲)

ترجمہ: اور (وہ) تمہاری قوت کو بڑھائے گا۔

یعنی تمہاری مالی اور بدنی طاقت بڑھ جائے گی۔ مال اور اولاد میں ترقی ہو گی۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ:

وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝ (ھود آیت ۵۲)

ترجمہ: اور تم نافرمان ہو کر نہ پھر جاؤ۔

یعنی کوتاہ اندیش نہ بنو۔ خود اپنے دشمن نہ بنو۔ اپنی بھلائی کی خاطر تعلق باللہ ٹھیک کرو۔

مگر قوم عاد نے ہود علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز کردہ دستور العمل کو اپنانے سے انکار کر دیا۔

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝ (حم سجدہ ۱۵)

ترجمہ: پس قوم عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا۔ اور کہا۔ ہم سے طاقت میں کون زیادہ ہے؟ کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے طاقت میں کہیں بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانیؒ

(وَقَالُوا ... قُوَّةً) شاید رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی ہو گی اس کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے جس سے ہم خوف کھائیں۔ کیا ہم جیسے طاقتور انسانوں پر تم اپنا رعب جما سکتے ہو؟ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اُن کے جسم بہت بڑے بڑے ہوتے تھے۔ بدن کی قوت پر غرور آیا۔ غرور کا دم بھرنا اللہ کے ہاں وبال لاتا ہے۔

(وکانوا ... یجحدون) یعنی دل میں اُن کا حق ہونا سمجھتے تھے۔ مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے چلے جاتے تھے۔

نتیجہ

اس ضد اور عناد سے حق سے انکار کرنا نافرمانوں کی دونوں جہانوں کی بربادی اور تباہی کا باعث بنا۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ۝ (حم السجدہ آیت ۱۶)

ترجمہ: پس ہم نے ان پر منحوس دنوں میں تیز آندھی بھیجی تاکہ ہم انہیں ذلت کے عذاب کا مزہ دنیا کی زندگی میں چکھا دیں۔ اور آخرت کا عذاب تو اور بھی ذلت کا ہے اور ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ان کا غرور توڑنے کو ایک کمزور مخلوق سے اُن کو تباہ کرا دیا۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا۔ درخت، مکان، مواشی کوئی چیز نہ چھوڑی۔

آخرت کی رسوائی تو بہت ہی بڑی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گی نہ وہاں کوئی مدد کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہو گی محبت و ہمدردی کے بڑے مدعی آنکھیں چرائیں گے۔" (حضرت مولانا عثمانیؒ)

مقام عبرت

قوم عاد کے دردناک انجام سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ یاد رہے حضرت سیدنا خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کا قیامت کے دن بہت برا حال ہو گا اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہو گا۔

قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَ

بُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ
كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝
(بنی اسرائیل۔ آیت ۹۶-۹۷)

ترجمہ: کہہ دو کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔ اور جسے اللہ راہ دکھا دے وہی راہ پانے والا ہے اور جسے گمراہ کر دے پھر تو اُن کے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست نہیں پائے گا اور ہم انہیں قیامت کے دن مونہوں کے بل اندھے، گونگے، بہرے کر کے اٹھائیں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب بجھنے لگے گی تو ان پر اور بڑھکا دیں گے۔

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

"کہیے کہ تم غیر معقول عذر پیش کر کے میری رسالت اور قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہو۔ آئندہ دیکھ لینا کہ اللہ تعالیٰ کس کی مدد کرتا ہے۔ اگر میں سچا رسول ہوں تو میری تحریک اور میری جماعت کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی فرمائے گا۔

اصلی بات یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اس کے دینے کے کچھ اسباب بھی ہوتے ہیں

حاصل

یہ نکلا کہ جو بدنصیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن شریف اور اس کی عملی شرح حدیث شریف کی سچی اور پاک تعلیم سے دنیا میں آنکھیں بند کریگا۔ وہ قیامت کے دن اندھا، گونگا اور بہرہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

قیامت کے دن کی پُرسش

قیامت کے دن سوال پوچھا جائے گا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (القصص آیت ۶۵)

ترجمہ: اور جس دن انہیں پکارے گا پھر کہے گا تم نے پیغام پہنچانے والوں کو کیا جواب دیا تھا؟

جو بدبخت دنیا میں دین اسلام کی تعلیم سے اندھے بنے رہیں گے انہیں کوئی جواب نہ سوجھے گا۔

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (القصص آیت ۶۶)

ترجمہ: پھر اس دن انہیں کوئی بات نہیں سوجھے گی۔ پھر وہ آپس میں بھی نہیں پوچھ سکیں گے۔

کامیابی کا لائحہ عمل

اُس دن کی کامیابی کا لائحہ عمل یہ ہے:

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝ (القصص آیت ۶۷)

ترجمہ: پھر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے سو امید ہے کہ وہ نجات پانے والا ہوگا۔

حاصل

یہ نکلا کہ آخرت کی نجات اور کامیابی کا لائحہ عمل یہ ہے:۔

۱۔ کفر و شرک سے توبہ کرنا۔

۲۔ ایمان لانا۔

۳۔ اعمالِ صالح جو قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطابق ہوں بجا لانا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دستور العمل پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

شیخ محمد عبد اللہ ذاکر۔ ہیڈ ماسٹر مڈل سکول شام کوٹ نو

حقیقت دنیا

انسان فطرتاً عجلت پسند ہے۔ اللہ پاک نے انسان کی اسی حالت کو یوں بیان کیا ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ یعنی جس کام میں اسے جلدی فائدہ حاصل ہو جانے کی توقع ہو اسے مقدم سمجھتا ہے۔ خواہ اسے آخر کار نقصان ہی برداشت کرنا پڑے۔ اس کی مثال یوں بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ایک ڈاکٹر مریض سے کہتا ہے کہ اس بیماری میں شربت اور دیگر میٹھی چیزیں آپ کے لئے نہ صرف مفید نہیں بلکہ زیاں آور ہیں۔ لیکن مریض اپنے نفس کی مرغوب چیزوں کے پیچھے پڑ کے ڈاکٹر صاحب کی ہدایات پر عمل نہیں کرتا۔ اور ممنوعہ چیزیں کھا ہی لیتا ہے۔ اب مریض نے وقتی طور پر تو لذیذ چیزیں کھا کر نفس کی بڑی تسکین کی۔ اور بڑا لطف اٹھایا لیکن ایک معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھتا ہے۔ کہ نتیجے کے طور پر اس کو بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس کی بیماری بڑھ جائے گی۔ تکلیف زیادہ ہوگی۔ گویا چند دنوں کی تکلیف کو اس نے اپنی خواہش کی پیروی کر کے اور زیادہ لمبا کر دیا۔ یہی مثال دنیا میں ہمہ تن مصروف آدمی کی ہے۔ بس سمجھتا ہے کہ یہاں جو کچھ ہے۔ بس یہی ہے۔ چوبیس گھنٹے اس دنیا فانی کے حصول میں اس قدر مشغول ہے گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی اس کے نزدیک کچھ اہمیت ہی نہیں۔ بس یہی دھوکہ ہے۔ جو انسان کو اپنے خداوند قدوس کی طرف آنے نہیں دیتا۔ حالانکہ تمام جہان کا خالق قرآن میں پکار پکار کر فرما رہا ہے۔ کہ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ کہ یہ دنیا محض کھیل تماشا کے سوا کچھ نہیں اب دیکھئے وہی کھلونے جن سے ہر انسان بچپن میں کھیلتا ہے بلوغت اور جوانی میں انہی کھلونوں کی اس کے نزدیک کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ افسوس ہم ان کو تو بے فائدہ اور بے کار چیزیں سمجھیں لیکن جس چیز کو خداوند عالم محض ایک کھیل کود کا سامان قرار دے اس کو ہم سینے سے ایسا لگائیں اور ایسا چمٹائیں کہ چھوڑنے کا نام ہی نہ لیں۔ اور اس کھیل میں ایسے مصروف ہوں کہ اپنا اصلی مقصدِ زیست ہی بھول جائیں دنیا اور آخرت دو متضاد چیزیں ہیں۔ ایک کے حصول کے لئے اگر ہم زیادہ کوشش کریں گے، تو دوسری میں کمی ہو جائے گی۔ اب جو انسان صاحب عقل و بصیرت ہے۔ خود ہی سوچ لے

بقیہ: زندگی — ایک سفر

بالکل بے تعلقی نہ ہو جائے۔ لہٰذا جہاں تک ہو اس کی کوشش کرو کہ دنیا میں دل لگا ہوا نہ ہو۔ دل کو خدا تعالیٰ ہی میں لگاؤ ہاتھ سے کام کرو کچھ حرج نہیں۔

حکایت

حدیث شریف میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم گھر میں سب کام کر لیتے تھے لیکن اذان کے وقت یہ حالت ہوتی کہ۔۔۔ فام کا نہ لا یعرفنا۔

اور ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی دنیا کے کام میں مصروف ہوں گے تو اس میں اس قدر منہمک ہوں گے کہ پھر نہ نماز کی فکر رہے گی نہ روزے کی۔ غرض کہ اس قدر انہماک ہوتا ہے۔ جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو دین کی کچھ خبر اور فکر ہی نہیں۔ اور دین کو کچھ سمجھتے ہی نہیں افسوس۔ ایسا دین ایسی ہی بے فکری کی چیز ہے یہ معاملہ تو دنیا کے ساتھ ہونا چاہیے تھا (ماخوذ)

کہ کونسی چیز میرے لئے نتیجہ کی رو سے فائدہ مند ہے۔ ایک طرف تو دنیا ہے کہ جس کی عارضی اور فانی نعمتیں اس کے سامنے اپنی پوری دلفریبی کیساتھ انسان کو اپنی طرف بلا رہی ہیں۔ اور دوسری طرف آخرت ہیں ابدی اور ہمیشہ کی زندگی کی بہاریں ہیں۔۔۔۔ ایک طرف فنا ہے۔ دوسری طرف بقا ہے۔ ایک کے نقصان میں دوسرے کا فائدہ اور ایک کے فائدے میں دوسرے کا نقصان۔ بہرحال ایسا ہونا تو محال ہے کہ دنیا بھی ساری سمیٹ لی جائے اور خدائی خوشنودی بھی حاصل ہو جائے سے

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است ومحال است وجنوں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حقیقت کو یوں جامع الفاظ میں بیان فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ بِاٰخِرَتِہٖ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی۔ یعنی جو دنیا کو پسند کرتا ہے۔ وہ اپنی آخرت کا نقصان کرتا ہے۔ اور جو آخرت کو پسند کرتا ہے۔ اپنی دنیا کا نقصان کرتا ہے پھر حضورؐ فرماتے ہیں کہ باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ زندگی برقرار رکھنے کے لئے سارے وسائل ترک کرکے اللہ اللہ کرنے بیٹھ جانا چاہیئے۔ نہیں بلکہ بطور کفایت تو روزی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا عین فرض ہے اگر بالفرض گذر کے مطابق رزق میسر ہے تو پھر مزید کے حصول کے لئے اللہ کے ذکر میں غفلت برتنا یہ مذموم ہے۔

آؤ ذرا اپنے ہادی اعظم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر نظر ڈالو کہ ان کا اس بارے میں کیا حال ہے ـــ فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَایَةٍ کِفَافًا۔ ترجمہ۔ اے اللہ آل محمد کے لئے گزارے کے مطابق رزق دے پھر فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنَ۔ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ ھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِیَائِھِمْ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا ترجمہ اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ۔ مسکین ہی مار اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرمانے لگیں یا حضرت کیوں فرمایا مسکین لوگ غنیوں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے۔ تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تو دنیا کے مال کا یہ مقام ہے۔ جس کے لئے دن رات کی دوڑ دھوپ ہم نے وقف کر رکھی ہے۔

میرے بھائی! جس چیز کے لئے ہماری کوششیں وقف ہیں۔ دماغ اور بدن کی ساری قوتیں مصروف ہیں۔ اس کی تو یہ حالت ہے۔ کہ حضور فرماتے ہیں۔ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْھَا شَرْبَةً۔ یعنی دنیا کی قدر اگر خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر فرمان کو ایک گھونٹ پانی میسر نہ آتا۔ اتنی یہ حقیر چیز ہے۔ کہ فرمانبردار اور نافرمان ہر ایک کو اللہ پاک دیئے جا رہے ہیں

ذکر اللہ کا لفظ خدا کی ساری

عبادت پر محیط ہے تو گویا معلوم ہوا کہ اس دنیا میں جو چیز انسان کے لئے مفید اور کار آمد ہے۔ وہ صرف خدا کی بندگی ہے۔ اور اسی کو بقا ہے۔ اور یہی باقیات الصالحات ہیں۔ امام غزالی منہاج العابدین میں فرماتے ہیں۔ اور مثال دے کر دنیا کی بے ثباتی اور اسکے دھوکے اور فریب کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ مثلاً ایک شخص نے تو اس کا مشاہد کر لیا۔ دوسرے کی نظر اس جانب متوجہ نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس نے حلوے کو مزین اور آراستہ کرکے دونوں کے سامنے رکھ دیا لہٰذا جس نے اس میں زہر دیکھ لیا وہ یقینی طور پر اس سے علیحدہ رہے گا۔ اور اس کے دل میں یہ وسوسہ بھی پیدا نہیں ہوگا۔ کہ وہ اس حلوے سے کچھ کھائے اور یہ چیز اس کے سامنے بمنزلہ آگ بلکہ اس سے بھی زیادہ شاق ہو جائے گی کیونکہ وہ اس راز سے واقف ہے تو وہ اس کی آب وتاب دیکھ کر بھی دھوکہ نہیں کھا سکتا اور دوسرے شخص نے یہ چیز دیکھی بھی نہیں کہ اس میں کس چیز کی آمیزش ہے۔ تو یقینی طور پر وہ اس کی ظاہری زینت سے دھوکہ کھا جائے گا اور حرص وطمع میں مبتلا ہوکر قوت صبر وبرداشت کو کھو بیٹھے گا۔ اصحاب استقامت اور دنیا والوں میں سے ہر ایک کی یہی مثال ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور جملہ قارئین کو آخرت کی تیاری کی توفیق بخشے آمین۔

اعلان

علمی حلقے اور احباب چند سے یہ امر پوشیدہ ہوگا کہ مدرسہ ہذا مرکزی دارالتنزیل جس کی بنیاد نومبر ۱۹۴۳ء میں استاذ الکل امام القراء جناب قاری مقری عبدالمالک صاحب نے رکھی اور دسمبر ۱۹۵۹ء کی آخری شب میں دو بجے مالک الملک سے جا ملے انا للہ الخ موصوف کی وفات کے بعد سے آج تک مدرسہ برابر قرآن کریم کی خدمات میں مصروف تھے۔ اس سات سال کے عرصہ میں مدرسہ ہذا سے فارغ التحصیل ہونیوالے طلباء کی تعداد جو روایت حفص وقرات سبعہ وعشرہ میں فارغ ہوئے۔۔ ۱۰ کے قریب ہے۔

یہ ایک خاموش دینی ادارہ ہے۔ بانی ادارہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادگان قاری محمد عبدالماجد ذاکر صاحب وقاری محمد شاکر انور معہ دیگر اساتذہ کے قرآن کریم کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مدرسہ میں پاکستان اور بیرون پاکستان۔ برما۔ اسام افغانستان وغیرہ کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں کارکنان مدرسہ باقاعدگی سے مدرسہ کے نظم ونسق آمد وخرچ کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اس مدرسہ کی دامے درمے سخنے قدمے اعانت کرنا باعث ثواب ہے۔

مخیر حضرات سے گذارش ہے۔ کہ اس کار خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر ثواب حاصل کریں خصوصاً عطیات صدقات زکوٰۃ اور چرمہائے قربانی سے ضرور مدرسہ کی اعانت فرمائیں۔

(ملک اعجاز احمد سیکرٹری مدرسہ ہذا)

واہ کینٹ میں درس قرآن کے متعلق

ضروری اعلان

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب خلیفہ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا درس قرآن ہر انگریزی مہینے کے آخری اتوار کو صبح دس بجے سے گیارہ بجے تک ہوتا ہے۔ احباب کی اطلاع کے لئے سال رواں کے درسوں کی تاریخیں درج کی جاتی ہیں۔

۲۴ر اپریل، ۲۹ مئی ۲۶ جون ۳۱ جولائی ۲۸۔ اگست، ۲۵ دسمبر ۳۰ اکتوبر، ۲۷ نومبر اور ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۶ء درس میں شمولیت کی غرض سے باہر سے آنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ وقت نوٹ فرمالیں اور جب بھی شرکت کا ارادہ ہو احقر سے بذریعہ خط مندرجہ بالا تاریخوں کی تصدیق اور دیگر معلومات حاصل کرلیں۔ ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ اسی پروگرام پر عمل ہو مگر بعض اوقات وقتی تقاضوں کے تحت تبدیلی بھی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

(احقر محمد عثمان غنی بی اے $\frac{19E}{100}$ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی)

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

۱۶ر اپریل بروز ہفتہ بذریعہ غزالہ اوکاڑہ تشریف لے جائیں گے۔ وہاں سے مضافات اوکاڑہ کے ایک چک میں رونق افروز ہوں گے۔

۱۷ر اپریل بروز اتوار اوکاڑہ سے بذریعہ آہوا ایکسپریس عازم میاں چنوں ہوں گے اور وہاں سے رئیس آباد روانہ ہوں گے۔

۱۸ر اپریل بروز سوموار ٹوبہ ٹیک سنگھ کو روانگی ہوگی شام کو جامع مسجد ٹوبہ میں مجلس ذکر منعقد ہوگی۔

۱۹ر اپریل واپسی لاہور

۲۴ر اپریل صبح سوہدرہ تشریف لے جائیں گے۔ اور شام کو گوجرانوالہ مدرسہ گلزار الاسلام سٹلائٹ ٹاؤن کے جلسہ میں شرکت فرمائیں گے

(حاجی بشیر احمد)

حافظ چراغ الدین بہاولنگری متعلم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

مسلمانوں کی کامیابی کا انحصار ایمان پر ہے اور ایمان کی بنیاد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور طاعت ہے

برادران اسلام۔ قرآن اور تاریخ عالم کی تمام کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی کامیابی کا انحصار ایمان پر ہے اور ایمان کی بنیاد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت ہے۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ وولدہ والناس اجمعین۔

یعنی تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ پیغمبر اسلام کو اپنی جان اولاد ماں۔ باپ اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ سمجھے ایمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی سے مل سکتا ہے۔ ایمان میں تین چیزیں شامل ہیں۔ دل سے سچا ماننا۔ زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا گویا کہ اعتقاد اعلان واقرار اور عمل ان تینوں چیزوں کا مجموعہ ایمان ہے جب تک اعتقاد، زبان اور عمل تینوں جمع نہ ہو جائیں۔ ایمان پورا نہیں ہوتا اب ایسے ایمان کی قوت کا حال سنیئے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ اسلام سے پہلے سرزمین عرب میں جہالت اور بداخلاقی کا بازار گرم تھا۔ جوا بازی و شراب خوری عام تھی۔ اور جدھر نگاہ اٹھتی تھی۔ دشمنی۔ نفاق اور انتقام کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ اس زمانے میں عربوں کے متعلق ایران میں یہ مشہور تھا کہ ایک ایرانی دس عربوں پر غالب تھا۔ لیکن یہی عربی قوم جب ایمان لے آئی تو ان کی کمزوری قوت سے بدل گئی اپنے اور بیگانے جو بھی سامنے آئے مغلوب کر دیئے گئے اور ایک عرب دس دس ایرانیوں پر بھاری ہو گیا۔ چنانچہ "تاریخ" اسلام گواہ ہے۔ کہ

جنگ بدر ۲ھ میں ایک ہزار قریش پر ۳۱۳ مسلمانوں نے فتح پائی۔ جنگ احد ۳ھ میں تین ہزار قریش پر ۷۰۰ مسلمانوں نے فتح پائی۔ جنگ خندق ۵ھ میں دس ہزار قریش مشرکین پر تین ہزار مسلمانوں نے فتح پائی۔ فتح خیبر ۷ھ میں بیس ہزار یہود پر ۱۴ سو مسلمانوں نے فتح پائی۔ جنگ قادسیہ ۱۴ھ میں ایک لاکھ ایرانیوں پر ۳۶ ہزار مسلمانوں نے فتح پائی۔ فتح نخل ۱۴ھ میں پچاس ہزار رومی عیسائیوں پر ۲۱ ہزار مسلمانوں نے فتح پائی۔ یرموک ۱۵ھ میں دو لاکھ چالیس ہزار رومیوں پر ۴۰ ہزار مسلمانوں نے فتح پائی۔ فتح قیساریہ ۱۹ھ میں اسی ہزار عیسائیوں پر ۴۰ ہزار مسلمانوں نے فتح پائی۔

ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب ایران کے بادشاہ قیصر کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط مبارک کو چاک کر ڈالا اور بڑے غرور سے گورنر یمن کو حکم بھیجا کہ کسی افسر کو بھیج کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لو لیکن اس کے بعد جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آگے بڑھے اور منجدھار دریا میں گھوڑے ڈال کر خوفناک طوفانوں کو پھلانگتے ہوئے ساحل دریا تک پہنچے تو شاہ ایران کے رسالہ کے وہ سپاہی جو ہر روز قسم کھایا کرتے تھے۔ کہ جب تک ہم زندہ ہیں۔ سلطنت ایران پر کبھی زوال نہیں آ سکتا۔ فوراً میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

اس سلسلے میں ہمارے لئے قابل غور بات یہ ہے۔ کہ اسلام کے بعد کا عرب اسلام سے پہلے کے عرب سے۔ اس درجہ مضبوط اور طاقتور کیو ہو گیا۔ آپ اس کا جواب بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی زبان سے سن لیں۔ جب قیصر روم کی فوجوں نے بہت بڑی تعداد پر ساز و سامان کے باوجود مسلمانوں سے قدم قدم پر شکستیں کھائیں تو اس نے بھی حیران ہو کر اپنے درباروالوں سے یہ عجیب سوال کیا قیصر نے اپنے سرداروں کو جمع کیا۔ اور پوچھا عرب تم سے زور میں تعداد میں اور جنگی سامان میں بہت کم ہیں۔ پھر تم ان کے مقابلے میں کیوں نہیں ٹھہر سکتے۔ اس وقت ایک بوڑھا رومی دربار میں۔ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ عرب کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ یہ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے وہ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کا سلوک کرتے ہیں لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اقرار کی پابندی نہیں کرتے اوروں پر ظلم کرتے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے ہر کام میں جوش اور استقلال پایا جاتا ہے۔ اور ہمارا ہر کام جوش و استقلال سے خالی ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی کامیابی کا راز اس زمانے کے عیسائیوں ہی کو معلوم نہ تھا۔ خود مسلمانوں کو بھی معلوم تھا۔ اور وہ قدم قدم پر انہی باتوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ جب سکندریہ کے محاصرے نے طول پکڑا۔ تو حضرت عمرؓ کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ شاید تم لوگ عیش پرست ہو گئے ہو ورنہ فتح میں اتنی دیر نہ ہوتی جس روز میرا خط ملے اسی دن تمام فوج کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دینا اور پھر اسی طرح حملہ کرو کہ جن کو میں نے افسر مقرر کر کے بھیجا تھا۔ وہ سب سے آگے ہوں۔ اور تمام فوج ایک ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑے حضرت عمروؓ نے حسب الحکم تمام فوج کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا ایسی پر اثر تقریر کی کہ بجھے ہوئے جوش تازہ ہو گئے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کو جو برسوں رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ کی خدمت اقدس میں رہ چکے تھے۔ بلایا اور کہا اپنا نیزہ مجھے دیجئے۔ اپنے سر سے عمامہ اتارا اور نیزے پر لگا کر ان کے حوالے کیا۔ کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے۔ اور آج آپ سپہ سالار ہیں۔ غرض اس جوش اور جذبے سے قلعہ پر حملہ ہوا۔ کہ پہلے ہی حملے میں شہر میں فتح ہو گیا۔ حضرت عمروؓ نے اسی وقت معاویہؓ بن خدیج کو بلا کر کہا۔ کہ جس قدر جلدی جا سکتے ہو جاؤ اور حضرت عمرؓ کو فتح کا مژدہ سناؤ۔ معاویہؓ بن خدیج اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ شریف پہنچے ٹھیک دوپہر کا وقت تھا سوچا کہ حضرت عمرؓ آرام فرما رہے ہوں گے اس لئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ کیا۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ کی ایک لونڈی ادھر آ نکلی اور مسافر کی ہیئت دیکھ کر پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا سکندریہ سے، لونڈی کو معلوم تھا۔ کہ حضرت عمرؓ نہایت بیتابی سے منتظر ہیں۔ کہ سکندریہ سے کوئی خبر آئے۔ وہ بھاگی بھاگی گھر گئی۔ حضرت عمرؓ کو خبر دی۔ اور معاویہؓ سے کہا کہ چلئے آپ کو امیر المؤمنین بلاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اتنا انتظار بھی نہ کر سکتے تھے۔ خود چلنے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ معاویہؓ نے جب خبر سنائی اور فتح کا حال سنایا تو فوراً زمین پر گر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ بعد میں معاویہؓ سے پوچھا کہ سیدھے کیوں نہیں آئے انہوں نے کہا کہ میرا خیال تھا۔ کہ آپ آرام فرما رہے ہوں گے۔ فرمایا افسوس میری نسبت تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ میں دن کو سوؤں گا تو بار خلافت کون اٹھائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کس قدر سچ فرمایا ہے۔ واقعی جب کسی فوج کے اندر جذبہ ایمانی موجود ہو تو اس کو فتح میں کبھی دیر نہیں ہو سکتی مسلمانوں کی کامیابی اور فتح کے متعلق جو کچھ بوڑھے رومی نے قیصر روم

باقی صفحہ ۱۸ پر

سے کہا اور جو کچھ حضرت عمرؓ نے اپنے سپہ سالار کو تحریر فرمایا اس کا نچوڑ ایک نقطہ ایمان ہے۔ جب عربوں کی ایمان کی دولت نصیب نہ تھی تو ایک ایرانی دس عربوں پر غالب تھا۔ لیکن جب عربوں کے دلوں میں ایمان کا نور چمکا تو ایک عرب دس ایرانیوں پر غالب آ گیا۔

اگر آپ آج بھی عزت و شوکت کے طالب ہیں۔ تو اپنے کھوئے ہوئے ایمان کی تلاش میں تکلیفیں اپنے دلوں میں نور ایمان پیدا کریں اور اپنی زندگی میں پھر وہی اخلاق و اوصاف پیدا کریں جو لازماً ایمان سے۔ اس کے بعد آپ کا افلاس اور آپ کے یہ تمام دکھ اور درد مٹ جائیں گے اور آپ اپنے بزرگوں ہی کی طرح ہر میدان میں فتح حاصل کریں گے۔

برادران اسلام! ایمان کا اصل خزانہ قرآن پاک ہے۔ آپ قرآن کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑیں آپ قرآن کا علم حاصل کریں۔ آپ قرآن کو اپنی زندگی کا قانون بنائیں۔ آپ آج سے یہ اقرار کرلیں کہ ہر مسلمان اپنے اہل وعیال کو قرآن پڑھائے گا۔ جس کی بہتری صورت یہ ہے۔ کہ آپ درس قرآن حاصل کرکے اپنے گھر والوں کو روزانہ ایک ایک آیت کا ترجمہ پڑھانا شروع کریں اور ہمیشہ احکام قرآن پر عمل کرتے رہیں گے۔ جب قرآن پر آپ سا عمل کرنا شروع کی تو آپ کی تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔

وسلم کی سنتوں کا عشق نمازوں میں حلاوت قلوب میں رقت کلام الٰہی میں لذت، آیات اللہ میں تفکر و تدبر عبادات میں اخلاص اور نفس کے تقاضوں پر قابو پالینا یہ سب ذکر الٰہی کے ثمرات ہیں ان کے ماسوا جو بے شمار منافع اور ثمرات ہیں انہیں کچھ لوگ وہی جانتے ہیں جو اس کوچہ رہ نورد اور اس بحر بیکراں کے شناور ہیں"

تمام مسلمان بھائیوں سے ہماری سفارش ہے کہ اس کتاب کو خرید کر اس پر عمل کریں اور ذکر اللہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہو کر نجات دارین حاصل کریں۔

ن۔م ۔ ا

نیا داخلہ

معیاری تعلیم اور اسلامی تربیت کے لئے اپنے بچوں کو اپنی نوعیت کی واحد اقامتی درسگاہ جامع حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور میں داخل کرائیے۔ پہلی سے پہلی تک ہر جماعت میں چند نشستیں خالی ہیں۔ داخلے کے لئے ۱۵، ۱۶، ۱۷ اپریل کو بچے ہمراہ ۲ بجے بعد دوپہر ذیل کے پتے پر تشریف لائیے۔ منتخب ہو جانے کی صورت میں بچے کا فارم داخلہ اسی وقت پُر کرالیا جائے گا۔ سابقہ سکول کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہوگا۔ فیس داخلہ پانچ روپے ماہانہ اخراجات پینتالیس روپے۔ جماعت ششم کے لئے دس روپے ماہوار تعلیمی فیس اس کے علاوہ ہوگی۔
ناظم جامعہ حمیدیہ (منظور شدہ) معرفت ادارہ اصلاح التبلیغ آسٹریلین بلڈنگ۔ نزد ریلوے سٹیشن لاہور۔

دعائے صحت

میرے والد محترم ایک عرصہ سے مسلسل بیمار چلے آرہے ہیں۔ طویل علالت کی بنا پر کافی کمزور ہو چکے ہیں۔ جملہ احباب والد محترم کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ (قاری محمد شریف قصوری)

تعارف و تبصرہ

نام کتاب ... ذکر الغفور (تین حصے)
تصنیف .... مولانا محمد ادریس انصاری
سائز ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ سفید کتابت طباعت آفسٹ ٹائیٹل نہایت خوبصورت قیمت مجلد تین حصے پانچ روپے پچاس پیسے
ناشر: ادارہ تبلیغ الاسلام صادق آباد

حضرت مولانا محمد ادریس انصاری کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو علم دین کا بہرہ وافر عطا فرمایا ہے وہاں آپ کو زور قلم بھی عطا فرمایا ہے آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ذکر الغفور بھی اسی سلسلہ تصنیف کی ایک بہترین کڑی ہے۔

اس کتاب میں آپ نے ذکر اللہ سے تعلق قرآن پاک کی گیارہ آیات کی تشریح کے مختلف عنوانوں کے علاوہ ۲۷ احادیث صحیحہ پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے قرآن پاک درود شریف، استغفار، عملیات اور دعاؤں کے فضائل پر مشتمل یہ کتاب نسخہ کیمیا ہے۔ ذکر اللہ کے فوائد کے عنوان سے صد ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

"دنیا میں قلب کو سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے، شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ کی ذات وصفات پر یقین میں ایسی پختگی پیدا ہو جاتی ہے جو بغیر ذکر کے ممکن نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت و معرفت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ

بچوں کا صفحہ

جیسے غذائے جسمانی جسمِ انسانی کا حق ہے
ویسے ہی
عبادتِ الٰہی روحِ انسانی کا حق ہے

انسان دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ جسم جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ اور روح جو امر الٰہی ہے۔ یا بقول صوفیہ صافیہ اور حکمائے باطن کے انسان ایک حقیقت جامع ہے۔ جو عالم خلق اور عالم امر کی ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ عالم خلق اربعہ عناصر ہیں۔ جو کہ کثیف ہے۔ اس لئے ان کی غذا بھی عالم خلق میں ہے۔ اور کثیف ہے۔ روح انسانی چونکہ لطیف ہے۔ اور عالم امر سے ہے اس لئے اس کی غذا بھی لطیف ہے۔ اور عالم امر میں رکھی گئی ہے۔

پس جیسے کہ جسم انسانی کی نگرانی بذریعہ غذا فرض ہے۔ اور یہ فریضہ خود جسم انسانی کا اپنا تقاضا ہے۔ جو انسان پر فرض ہے۔ اگر خارجی طور پر مطالبہ کرنے والا کوئی بھی نہ ہو۔ جب بھی انسان جسمانی نگرانی میں کسی بیرونی مطالبے کا انتظار نہیں کرتا۔ بلکہ شب و روز اس فریضے کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ اگر جسم انسانی کو اس کی غذا سے کلی طور پر ایک عرصہ کے لئے محروم کر دیا جائے تو انسان طبعی موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور موت سے چونکہ انسان طبعاً متنفر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم۔

اس لئے خور و نوش کے ذریعے غذائیت پہنچا کر جسمانیت کو محفوظ رکھتا ہے۔ نیز جسم انسانی کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ جب ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی غذا اس تک پہنچائی جائے۔ ورنہ تمام تر جسمانی طاقتیں معطل اور بیکار ہو جاتی ہیں اسی طرح روح انسانی کی غذا عبادت الٰہی ہے جس کا حاصل ذکر اللہ ہے۔ اور الوہیت کی طرف توجہ! روح انسانی عبادت سے یکسر محروم کر دینے کی صورت میں بیکار ہو جائے گی اور جسم انسانی کی طرح اس کی رفتار اور سیر سے یکسر معطل ہو جائے گی۔ [ا]سی طرح تمام تر طاقتیں دیکھنا سننا، اور سوچنا سب ختم ہو جائیں گی۔ جیسے باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم آذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام کا مصداق بن کر رہ جائیگی عالم امر کے حقائق کو سننے سے بہری اور دیکھنے سے اندھی اور سوچنے سے ماؤف ہو جاتی ہے۔ صم بکم عمی فھم لا یعقلون

.... کا منطوق یہی مضمون ہے۔ عالم برزخ میں پہنچ کر ممتحنین الٰہی۔ کے جواب میں ھاہ ھاہ لا ادری (میں کچھ نہیں جانتی) کہنا بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ کل قیامت میں بعد از حشر قول باری تعالیٰ قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذالک اتتک ایاتنا فنسیتھا وکذالک الیوم تنسی حقیقت کو مفصل اور جامع الفاظ میں پیش کر رہا ہے۔ غرضیکہ روح انسانی کا جسم انسانی کی طرح ذاتی تقاضا ہے کہ عبادت الٰہی کی غذا اس کو دی جائے۔ بصورت محرومی عالم امر کی سیر سے رک، کر عالم خلق ہی میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور سوائے کھانے پینے اور شاندار عمارتیں اور بنگلے بنانے کی فکر کے جو فانی فکریں ہیں۔ باقیات صالحات کی فکر سے یکسر فارغ ہو جاتی ہے۔ اور یہی روح انسانی کی موت ہے البتہ جسمانی اور روحانی موت میں اتنا فرق ہے۔ کہ جسمانی موت کی حقیقت انسان پر اسی عالم میں منکشف ہو جاتی ہے۔ حیوانات اور بنی نوع کی موت ہر وقت مشاہدہ میں رہتی ہے۔ اس لئے جسمانی موت کو مکروہ سمجھ کر اس سے فرار کی راہیں اختیار کی جاتی ہیں اور روحانی موت کا انکشاف اس عالم میں ہر شخص پر نہیں ہوتا بلکہ طبعی موت سے جب اس عالم فانی کی منزلیں طے ہوں گی۔ اور عالم باقی کی منزلوں کے طے کرنے کا موقع آئے گا۔ تو روح انسانی چلنے سے اپاہج دیکھنے سے اندھی اور سننے سے ماؤف ہو گی۔ منزل آخرت کی چوکی پر سوال ہو گا۔ من ربک ما دینک من نبیک تو روح جھنجھلا کر جواب دے گی ھاہ ھاہ لا ادری اس لئے عبادت الٰہی انسان پر اس کی روح کا حق ہے جیسا کہ غذائے جسمانی خود جسم کا حق ہے۔ اسی حقیقت کو خدائے قدوس نے آیت کریمہ میں بایں الفاظ پیش فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی تخلیق انسانی کا منشا عبادت ہے۔ اگر انسان عبادت کر رہا ہے۔ تو کام کا ہے۔ ورنہ بیمار چیزوں کو نکما سمجھ کر دور پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل انسان کو بھی صدق اور مقام قرب سے دور کر دیا جائے گا۔

اور عبادت گذار انسان کو مقصد میں صدق جگہ دی جائیگی ہے

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اللہ تعالیٰ اس چیز اور تمام مسلمان بھائیوں کو اپنی عبادت کی فکر دے اور تا موت اپنی عبادت میں ہماری زندگیوں کو ختم کرے اور شیطان کی بندگی سے بچائے۔ آمین یارب العلمین

پسندیدہ نصائح

سراج الدین۔ بی۔ اے سکھر

بہترین نیکی اور شرافت ہے

- قابو پا کر معاف کر دینا۔
- اہل و عیال والے مفلس کی خفیہ مدد کرنا۔
- مخفی فرض اور حق کو ادا کرنا۔
- حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا مٹانے کے لئے خاموش رہنا۔
- کمزور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔
- جہاں کوئی نہ کہہ سکے اور ضرورت ہو وہاں حق کی بات کہہ دینا۔
- برائی پانے کے باوجود رشتہ داروں کے ساتھ احسان و سلوک کرتے رہنا۔

دوستی کے قابل ہے

- دوسروں کا عیب چھپانے والا۔
- معذرت کو قبول کرنے والا۔
- احسان کر کے بھول جانے والا۔
- عقلمند جو حکمت اور عقل کی باتیں سکھاتا ہو۔
- وہ شخص جس کے دل میں دنیا کی بے رغبتی ہو۔
- جو بے غرض ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے دوستی رکھتا ہے
- جو کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور ماں باپ کا فرماں بردار ہو۔

دوستی مت کر

- غرض مند اور لالچی سے۔
- بدکار اور مکار سے۔
- جس شخص سے ماں باپ منع کریں۔
- چھچھورے اور شیخی خورے سے
- دوست کے دشمن سے اور دشمن کے دوست سے۔
- بے جاتے بوجھے اور بخیل سے۔
- بے وقوف سے اور جھوٹی گواہی دینے والے سے

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۴۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴-اگست ۱۹۶۷ء

قرآنِ کریم

مضطر گجراتی

من جانبِ رحمٰن ہے قرآن کی تنزیل — اُترے تھے مگر لے کے اسے حضرتِ جبریل
قرآن نے دی عصمتِ مریم پہ گواہی — قرآن نے کی صحتِ توریت و اناجیل
مذہب سے ہم آہنگ کیا اس نے خرد کو — ممکن ہے اسی نور سے عرفان کی تحصیل
آثارِ زمینی میں یہ رکھتا ہے توازن — اجرامِ سماوی میں بھی فرماتا ہے تعویل
تحریف سے محفوظ ہے چودہ سو برس سے — ہوگا نہ ہوا شوشہ تک اس کا کبھی تبدیل
احکام و بیانات میں اِک ربطِ دلآویز — الفاظ و عبادات میں تکثیر نہ تقلیل
ارشاد کا اسلوب حکیمانہ سراسر — تفہیم کا انداز بہ پیرایۂ تمثیل
الحمد سے والنّاس تک اِک جلوۂ تقدیس — آغاز سے انجام تک اِک نغمۂ تحلیل
رُوحوں کی زمیں جس سے ہو سیراب وہ چشمہ — ذہنوں کے جہاں جس سے منوّر ہوں وہ قندیل
ایجاز و بلاغت وہ کہ اعجاز ہی اعجاز — اجمال وہ دل کش کہ فدا جس پہ ہو تفصیل
نازل ہوا آسان زبانِ عربی میں — ارشادِ خدا ہے کہ پڑھو اس کو بہ ترتیل
یہ نور ہے، حکمت ہے، ہدایت ہے، شفا ہے — اس ضمن میں درکار ہے توجیہہ نہ تاویل
عالم کو دیا صورتِ اکمل میں اسی نے — وہ دین کہ لائے تھے براہیمؑ و سماعیلؑ
انسان کے اخلاق کی تعمیر کی خاطر — چھوڑا نہ کوئی اس نے سببِ تشنۂ تکمیل
انسان کو جو وارثِ کونین بنا دیں — اس دین سے ہوتی ہے ان اعمال کی تشکیل
پوچھ اس سے مہ و انجم و خورشید کے اسرار — یہ راہ نہ توریت دکھاتی ہے نہ انجیل
فہم اور تدبّر سے جو خالی ہو تلاوت — رکھتی ہے دل و ذہن کو بیگانۂ تعمیل
اقوام کے اعمال و نتائج سے خبردار — اللہ کی سنّت کبھی ہوتی نہیں تبدیل

جو تارکِ قرآن ہیں ان کے لئے مضطر
عقبیٰ میں بھی رسوائی ہے، دنیا میں بھی تذلیل

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا